وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تيسير الكريم الرحمن
في تفسير كلام المنان

المعروف

تفسیر السعدی (اردو)

فضیلۃ الشیخ عبد الرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

دار السلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❀❀❀ توجہ فرمائیں! ❀❀❀

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب............

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اپ لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔
- متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

❀❀❀ تنبیہ ❀❀❀

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر
تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

دارالسلام

کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

ریاض * جدہ * شارجہ * لاہور
لندن * ہیوسٹن * نیویارک

ہیڈ آفس : پوسٹ بکس:22743 الریاض:11416 سعودی عرب

فون : 4033962 - 4043432 (00966 1) فیکس:4021659

ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون و فیکس:4614483

جدہ فون و فیکس : 6807752 الخبر فون: 8692900 فیکس: 8691551

شارجہ فون : 5632623 فیکس: 5632624 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم ۔ اے ۔ او کالج لاہور فون:7232400 - 7240024 (0092 42)
فیکس:7354072 ای میل:darussalampk@hotmail.com
② اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور فون:7120054 فیکس:7320703

لندن فون:5202666 فیکس : 5217645 (0044 208)
ہیوسٹن فون :7220419 فیکس:7220431 (001 713) نیویارک فون: 6255925 (001 718)
Website: http://www.dar-us-salam.com

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تیسیر
الکریم الرحمن
فی تفسیر کلام المنّان

(اردو ترجمہ)

پا رۃ نمبر تییس 23

مفسرِ قرآن: فضیلۃ الشیخ **عبدالرّحمان بن ناصر السّعدی** رحمہ اللہ

تحقیق: **عبدالرّحمان بن معلا اللویحق** حفظہ اللہ

ترجمۃ القرآن: **حافظ صلاح الدین یوسف** حفظہ اللہ

ترجمۃ التفسیر: **پروفیسر طیب شاہین لودھی** حفظہ اللہ

دارُالسّلام
کتاب و سنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمانِ الٰہی

وَقَالَ الرَّسُولُ
يٰرَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُورًا

اور رسول (ﷺ روزِ قیامت) فرمائیں گے:
"الٰہی! یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو پسِ پشت ڈال دیا تھا۔"

(الفرقان: ۲۵/۳۰)

فرمانِ نبوی

إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ
بِهٰذَا الْكِتٰبِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلندیاں
عطا فرماتا ہے اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلت و پستی میں دھکیل دیتا ہے

(صحیح مسلم، حدیث: ۸۱۷)

پارۃ نمبر تییس 23

نمبر شمار	نام سورت	صفحہ نمبر	شمار پارہ
۳۶	سورۃ یٰسٓ (جاری)	2241	۲۲ - ۲۳
۳۷	سورۃ الصافات	2259	۲۳
۳۸	سورۃ صٓ	2289	۲۳
۳۹	سورۃ الزمر	2316	۲۳ - ۲۴

وَمَالِیَ لَآ اَعۡبُدُ الَّذِیۡ فَطَرَنِیۡ وَاِلَیۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ㉒ ءَاَتَّخِذُ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اٰلِهَةً اِنۡ
اور کیا ہے مجھے کہ نہ عبادت کروں میں اسکی جس نے پیدا کیا مجھے؟ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ○ کیا بنالوں میں اسکے سوا معبود (اور) اگر
یُّرِدۡنِ الرَّحۡمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغۡنِ عَنِّیۡ شَفَاعَتُهُمۡ شَیۡـًٔا وَّلَا یُنۡقِذُوۡنِ ㉓ اِنِّیۡۤ اِذًا
ارادہ کرے رحمٰن (مجھے) تکلیف پہنچانے کا تو نہیں کام آئے گی میرے انکی شفاعت کچھ بھی اور نہ وہ چھڑا سکیں گے مجھے ○ بیشک میں اس وقت
لَّفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ㉔ اِنِّیۡۤ اٰمَنۡتُ بِرَبِّكُمۡ فَاسۡمَعُوۡنِ ㉕ قِیۡلَ ادۡخُلِ الۡجَنَّةَ ؕ قَالَ یٰلَیۡتَ
البتہ کھلی گمراہی میں ہوں گا ○ بے شک میں ایمان لایا ساتھ تمہارے رب کے پس سنو تم میری بات ○ کہا گیا: تو داخل ہو جا جنت میں اس نے کہا: اے کاش!
قَوۡمِیۡ یَعۡلَمُوۡنَ ۙ㉖ بِمَا غَفَرَ لِیۡ رَبِّیۡ وَجَعَلَنِیۡ مِنَ الۡمُكۡرَمِیۡنَ ㉗ وَمَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلٰی
میری قوم جان لے ○ (یہ بات) کہ بخش دیا ہے مجھے میرے رب نے اور کر دیا اس نے مجھے معزز لوگوں میں سے ○ اور نہیں نازل کی ہم نے اوپر
قَوۡمِهٖ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ مِنۡ جُنۡدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنۡزِلِیۡنَ ㉘ اِنۡ كَانَتۡ اِلَّا
اس کی قوم کے اس کے بعد کوئی فوج آسمان سے اور نہ تھے ہم نازل کرنے والے ہی ○ نہیں تھی وہ (کچھ بھی) مگر
صَیۡحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمۡ خٰمِدُوۡنَ ㉙ یٰحَسۡرَةً عَلَی الۡعِبَادِ ۚ مَا یَاۡتِیۡهِمۡ
ایک (زور کی) آواز ہی پس (اسی سے) ناگہاں وہ بجھ کر رہ گئے ○ وائے افسوس! (ایسے) بندوں پر نہیں آتا ان کے پاس
مِّنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا كَانُوۡا بِهٖ یَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ㉚
کوئی رسول، مگر ہوتے وہ اس کے ساتھ استہزا ہی کرتے ○

اس شخص نے کہا: ﴿ وَمَالِیَ لَآ اَعۡبُدُ الَّذِیۡ فَطَرَنِیۡ وَاِلَیۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴾ یعنی میرے لیے اس ہستی کی عبادت کرنے سے جو عبادت کی مستحق ہے، کون سی چیز مانع ہے کیونکہ اس نے مجھے وجود بخشا، اس نے مجھے پیدا کیا، اس نے مجھے رزق بخشا اور تمام مخلوق کو آخر کار اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ پھر وہ ان کو ان کے اعمال کی جزا و سزا دے گا، جس کے ہاتھ میں تخلیق اور رزق ہے، جو دنیا و آخرت میں اپنے بندوں کے درمیان فیصلوں کا اختیار رکھتا ہے، وہی اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور ان ہستیوں کو چھوڑ کر صرف اسی کی ثنا و تمجید کی جائے جن کے اختیار میں کوئی نفع ہے نہ نقصان، وہ کسی کو عطا کر سکتی ہیں نہ محروم کر سکتی ہیں، جن کی قدرت میں زندگی ہے نہ موت اور نہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر سکتی ہیں۔

اس لیے اس نے کہا: ﴿ ءَاَتَّخِذُ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اٰلِهَةً اِنۡ یُّرِدۡنِ الرَّحۡمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغۡنِ عَنِّیۡ شَفَاعَتُهُمۡ ﴾ ''اور کیا میں اس کو چھوڑ کر اوروں کو معبود بناؤں، اگر اللہ میرے حق میں نقصان کا ارادہ فرمائے تو ان کی سفارش مجھے فائدہ نہ دے سکے گی'' کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش نہ کر سکے گا، لہٰذا ان کی سفارش میرے کسی کام نہ آئے گی اور نہ وہ مجھے اس ضرر سے بچا سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ مجھے پہنچانا چاہے۔

﴿إِنِّيٓ إِذًا﴾ ''بے شک میں اس وقت۔'' یعنی اگر میں نے ان معبودوں کی عبادت کی جن کے یہ اوصاف ہیں تو ﴿لَّفِي ضَلَٰلٖ مُّبِينٍ﴾ ''صریح گمراہی میں ہوں۔'' اس کے اس تمام کلام میں ان کی خیر خواہی، رسولوں کی رسالت کی گواہی اور رسولوں کی خبر پر صرف اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کے تعین کے ذریعے سے ہدایت کو اختیار کرنا جمع ہے، نیز اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے دلائل، غیر اللہ کی عبادت کا بطلان، اس کے دلائل و براہین، غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں کی گمراہی کی خبر اور قتل کے خوف کے باوجود اس مرد صالح کے ایمان کے اعلان کا ذکر ہے۔ اس شخص نے کہا: ﴿إِنِّيٓ ءَامَنتُ بِرَبِّكُمۡ فَٱسۡمَعُونِ﴾ ''میں تمھارے رب پر ایمان لے آیا، لہٰذا میری بات سنو۔'' جب اس کی قوم نے یہ اعلان اور اس کی گفتگو سنی تو اسے قتل کر دیا۔

﴿قِيلَ﴾ اس شخص سے اسی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہا گیا: ﴿ٱدۡخُلِ ٱلۡجَنَّةَ﴾ ''جنت میں داخل ہو جا۔'' اس نے اپنی توحید پرستی اور اخلاص فی الدین کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے ہاں حاصل ہونے والے اکرام و تکریم کی خبر دیتے ہوئے اور اپنے مرنے کے بعد بھی اسی طرح اپنی قوم کی خیر خواہی کرتے ہوئے، جس طرح وہ اپنی زندگی میں کیا کرتا تھا، کہا: ﴿يَٰلَيۡتَ قَوۡمِي يَعۡلَمُونَ ○ بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي﴾ کاش! میری قوم کو معلوم ہو کہ کن امور کی بنا پر میرے رب نے مجھے بخش دیا اور مختلف انواع کی عقوبات کو مجھ سے دور کر دیا ﴿وَجَعَلَنِي مِنَ ٱلۡمُكۡرَمِينَ﴾ اور مختلف انواع کی مسرتوں اور ثواب کے ذریعے سے مجھے اکرام بخشا۔ اگر ان تمام امور کا علم میری قوم کے دلوں تک پہنچ جائے تو وہ کبھی بھی اپنے شرک پر قائم نہ رہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کی قوم کے عذاب کے بارے میں فرمایا: ﴿وَمَآ أَنزَلۡنَا عَلَىٰ قَوۡمِهِۦ مِنۢ بَعۡدِهِۦ مِن جُندٖ مِّنَ ٱلسَّمَآءِ﴾ ''اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہیں اتارا۔'' یعنی ہم ان کو عذاب دینے کے لیے کسی تکلف کے محتاج نہیں کہ ہمیں ان کو ہلاک اور تلف کرنے کے لیے آسمان سے فوج اتارنی پڑے ﴿وَمَا كُنَّا مُنزِلِينَ﴾ ''اور نہ ہم اتارنے والے ہی تھے۔'' کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اقتدار کی عظمت اور بنی آدم کی شدتِ ضعف کی بنا پر اللہ تعالیٰ کو آسمان سے فوج اتارنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ادنیٰ سا عذاب بھی ان کے لیے کافی ہے۔

﴿إِن كَانَتۡ﴾ یعنی نہیں تھی ان کی سزا اور عذاب ﴿إِلَّا صَيۡحَةٗ وَٰحِدَةٗ﴾ ''مگر ایک چیخ ہی'' یعنی وہ ایک آواز تھی جس کے ذریعے سے بعض فرشتوں نے کلام کیا تھا ﴿فَإِذَا هُمۡ خَٰمِدُونَ﴾ ''تو وہ اچانک بجھ کر رہ گئے۔'' ان کے دل ان کے سینوں میں پارہ پارہ ہو گئے۔ وہ اس چنگھاڑ کی آواز سے گھبرا اٹھے اور بے جان ہو گئے۔ اس تکبّر کے بعد ان کی کوئی آواز تھی نہ ان کے اندر کوئی حرکت تھی۔ اشرف المخلوقات کے مقابلے میں ظلم، تکبّر، جبر اور ان کے ساتھ بدکلامی کے بعد اب ان میں زندگی کے آثار تک نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحمت کا اظہار کرتے

ہوئے فرمایا: ﴿ يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ ”بندوں پر افسوس ہے کہ ان کے پاس جو بھی رسول آتا یہ اس کے ساتھ مذاق کرتے تھے۔“ یعنی ان کی بدبختی کتنی بڑی، ان کا عناد کتنا طویل اور ان کی جہالت کتنی شدید ہے کہ وہ ایسی قبیح صفت سے متصف ہیں جو ہر بدبختی، ہر عذاب اور ہر سزا کا سبب ہے۔

اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِنْ

کیا نہیں دیکھا انھوں نے، کتنی ہی ہلاک کر دیں ہم نے ان سے پہلے امتیں؟ بیشک وہ ان کی طرف نہیں لوٹیں گی ○ اور نہیں ہے

كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۲﴾

کوئی بھی، مگر سب کے سب ہمارے پاس حاضر کیے جائیں گے ○

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انھوں نے انبیاء و رسل کی تکذیب کرنے والی گزشتہ قوموں کو دیکھ کر عبرت نہیں پکڑی، جن کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر ڈالا، ان پر عذاب کا کوڑا برسایا اور وہ سب ہلاک اور برباد ہو گئیں۔ ان میں سے کوئی دنیا میں لوٹ کر آیا ہے نہ آئے گا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ تمام لوگوں کو نئے سرے سے تخلیق بخشے گا، ان کے مرنے کے بعد انھیں دوبارہ زندہ کرے گا اور پھر انھیں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر کیا جائے گا تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ کرے جس میں وہ ذرہ بھر ظلم نہ کرے گا۔ ﴿ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ (النساء: ٤/ ٤٠) ”اگر نیکی ہوگی تو اللہ اس کو کئی گنا کر دے گا اور اپنی طرف سے بہت بڑا اجر عطا کرے گا۔“

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚۖ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ﴿۳۳﴾

اور ایک نشانی ہے ان کیلئے زمین مردہ، زندہ کیا ہم نے اسے (بارش سے) اور نکالا ہم نے اس سے (اناج کا) دانہ پس اسی (دانہ اناج) سے وہ کھاتے ہیں ○

وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ﴿۳۴﴾ لِيَاْكُلُوْا

اور بنائے ہم نے اس (زمین) میں باغات کھجوروں اور انگوروں کے، اور جاری کیے ہم نے ان (باغوں) میں چشمے ○ تاکہ کھائیں وہ

مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا

اسکے پھلوں سے، اور نہیں بنایا اسکو انکے ہاتھوں نے، کیا پس نہیں وہ شکر کرتے؟ ○ پاک ہے وہ ذات جس نے پیدا کیے جوڑے سب کے

مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾

ان چیزوں کے (بھی) جن کو اگاتی ہے زمین اور خود ان (انسانوں) کے اپنے بھی اور ان کے (بھی) جنھیں وہ نہیں جانتے ○

﴿ وَاٰيَةٌ لَّهُمْ ﴾ ”ان کے لیے ایک نشانی ہے۔“ یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ اٹھائے جانے، حشر و نشر، حساب کتاب کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونے اور ان اعمال کی جزا و سزا پر دلیل ہے ﴿ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ﴾ ”مردہ زمین“ جس پر اللہ تعالیٰ نے پانی برسایا اور اس کے مردہ ہو جانے کے بعد اسے دوبارہ زندگی عطا کی۔ ﴿ وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ﴾ یعنی ہم نے اس زمین میں سے ان تمام زرعی اصناف کو اگایا جن کو

لوگ خوراک کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور ان اصناف کو بھی جن کو ان کے مویشی کھاتے ہیں ﴿وَجَعَلْنَا فِيهَا﴾ یعنی ہم نے اس مردہ زمین میں اگائے ﴿جَنّٰتٍ﴾ باغات جن میں بے شمار درخت ہیں، خاص طور پر کھجور اور انگور، جن کے درخت بہترین درخت ہیں ﴿وَّفَجَّرْنَا فِيهَا﴾ اور ہم نے اس میں جاری کیے یعنی زمین میں ﴿مِنَ الْعُيُوْنِ﴾ ''چشمے۔''

ہم نے زمین کے اندر یہ درخت، یعنی کھجور اور انگور اگائے ﴿لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ﴾ تاکہ یہ انھیں بطور خوراک، پھل، سالن اور لذت استعمال کریں ﴿وَ﴾ حالانکہ ان پھلوں کو ﴿مَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ﴾ ''ان کے ہاتھوں نے تخلیق نہیں کیا۔'' ان میں ان کی کوئی صنعت کاری ہے نہ ان کی کسی کاری گری کا عمل دخل، یہ تو اللہ احکم الحاکمین اور خیر الرازقین کی تخلیق کا کمال ہے، نیز ان پھلوں کو ان لوگوں یا کسی اور نے آگ پر نہیں پکایا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان پھلوں کو اس طرح وجود بخشا ہے کہ ان کو آگ پر پکائے جانے کی ضرورت ہی نہیں۔ ان پھلوں کو درختوں سے توڑ کر اسی وقت اور اسی حال میں کھایا جا سکتا ہے ﴿اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ﴾ جس ہستی نے ان تک یہ نعمتیں پہنچائیں، جس نے اپنے بے پایاں فضل و کرم کی بنا پر ان کو ایسے امور سے نوازا جن میں ان کے دین و دنیا کی بھلائی ہے، تو یہ اس ہستی کا شکر کیوں نہیں کرتے؟ کیا وہ ہستی جس نے زمین کے مرنے کے بعد اسے زندہ کیا، اس میں کھیتیاں اور درخت اگائے، ان میں نہایت لذیذ اقسام کے پھل ودیعت کیے، ان پھلوں کو ان درختوں کی شاخوں پر نمایاں کیا اور خشک زمین پر پانی کے چشمے جاری کیے...... مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں؟ کیوں نہیں؟ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا﴾ ''پاک ہے وہ ذات جس نے اس (زمین) کی ہر چیز کے جوڑے بنائے۔'' یعنی تمام اصناف کو تخلیق فرمایا ﴿مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ﴾ ''زمین کی نباتات سے'' اس نے زمین میں ایسی ایسی اصناف تخلیق فرمائیں جن کو شمار کرنا بہت مشکل ہے ﴿وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ یعنی خود ان کو مرد اور عورت کی اصناف میں پیدا کیا، ان کی تخلیق، فطرت اور ان کے اوصاف ظاہری و باطنی میں تفاوت پیدا کیا۔ ﴿وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ اور ان مخلوقات کی اصناف کو پیدا کیا جو ہمارے علم کی گرفت سے باہر ہیں اور وہ مخلوقات جو اس کے بعد پیدا ہی نہیں کی گئیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات اس سے پاک ہے کہ اس کا کوئی شریک، مددگار، معاون، وزیر، بیوی یا کوئی بیٹا ہو، وہ اس سے پاک ہے کہ اس کی صفات کمال اور نعوت جلال میں اس کا ہمسر، مثیل یا کوئی مشابہت کرنے والا ہو یا اسے کوئی اپنے ارادے سے باز رکھ سکے۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚۖ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ۙ(٣٧) وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ

اور ایک نشانی ان کیلئے رات ہے، کھینچ لیتے ہیں ہم اس (رات) سے دن کو پس یکا یک وہ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں ○ اور سورج رواں دواں رہتا ہے

لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۭ(٣٨) وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ

اپنے ٹھکانے کیلئے، یہ اندازہ ہے نہایت غالب خوب جاننے والے کا ○ اور چاند، مقرر کردی ہیں ہم نے اسکی منزلیں یہاں تک کہ ہو جاتا ہے وہ

كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ㊴ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ

(ایسے) جیسے کھجور کے خوشے کی پرانی ٹیڑھی ڈنڈی ○ نہ سورج کولائق ہے یہ کہ پکڑ لے وہ چاند کو اور نہ رات ہی پہل کرنیوالی ہے

النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ㊵

دن سے اور ہر ایک (ان میں سے اپنے اپنے) مدار میں تیرتے پھرتے ہیں ○

﴿ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ ﴾ ’’اور ان کے لیے ایک نشانی‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے نفاذ، اس کی قدرت کے کمال، مُردوں کو اس کے دوبارہ زندہ کرنے پر ایک دلیل ﴿ الَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ ﴾ ’’رات ہے، جس سے ہم دن کو کھینچ دیتے ہیں۔‘‘ یعنی ہم نے اس کی عظیم روشنی کو زائل کر کے، جس نے روئے زمین کو منور کر رکھا تھا، تاریکی سے بدل ڈالا، جسے ہم اس کے وقت پر نازل کرتے ہیں ﴿ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴾ ’’پس وہ اندھیروں میں ڈوب جاتے ہیں۔‘‘ اسی طرح ہم تاریکی کو زائل کرتے ہیں، جس نے ان کو ڈھانپ رکھا تھا۔ پس ہم سورج کو طلوع کرتے ہیں، جس سے تمام زمین اپنے کناروں تک روشن ہو جاتی ہے اور مخلوق اپنے رزق کی تلاش اور اپنے مصالح کے حصول کے لیے روئے زمین پر پھیل جاتی ہے۔ بنابریں فرمایا: ﴿ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ﴾ سورج دائمی طور پر اپنے ٹھکانے کی طرف رواں دواں ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مقرر فرمایا ہے۔ وہ اس سے تجاوز کرتا ہے نہ کوتاہی اور نہ وہ اپنے آپ پر تصرف کا اختیار رکھتا ہے اور نہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے دم مار سکتا ہے ﴿ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ ﴾ ’’یہ غالب ہستی کا اندازہ ہے۔‘‘ جس نے اپنے غلبہ وعزت کی بنا پر اتنی بڑی بڑی مخلوقات کی کامل ترین طریقے سے تدبیر اور بہترین طریقے سے انتظام کیا ﴿ الْعَلِيْمِ ﴾ ’’جاننے والا ہے۔‘‘ جس نے اپنے علم کی بنا پر اپنے بندوں کے لیے ان کے دین و دنیا میں مصالح مقرر فرمائے۔

﴿ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ ﴾ ’’اور ہم نے چاند کی بھی منزلیں مقرر کر دیں۔‘‘ وہ ہر رات ایک منزل میں نازل ہوتا اور کم ہوتا رہتا ہے ﴿ حَتّٰى ﴾ یہاں تک کہ وہ بہت چھوٹا ہو جاتا ہے اور لوٹ کر ہو جاتا ہے ﴿ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴾ ’’پرانی ٹہنی کی طرح‘‘ یعنی کھجور کی سوکھی شاخ کے مانند جو قدامت کی وجہ سے چٹختی ہے، اس کا حجم چھوٹا ہو جاتا ہے اور وہ ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد چاند تھوڑا تھوڑا بڑھتا رہتا ہے حتی کہ اس کی روشنی مکمل ہو جاتی ہے ﴿ وَكُلٌّ ﴾ ’’اور ہر ایک‘‘ یعنی سورج، چاند، رات اور دن کے لیے اللہ تعالیٰ نے اندازہ مقرر فرما دیا ہے، کوئی اس سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ ہر ایک کے لیے وقت مقرر ہے۔ جب ایک وجود میں آتا ہے تو دوسرا معدوم ہو جاتا ہے، بنابریں فرمایا: ﴿ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ ﴾ ’’سورج کی یہ مجال نہیں کہ وہ چاند کو جا پکڑے‘‘ یعنی اس کی بادشاہی میں، جو رات ہے، لہٰذا یہ ممکن نہیں کہ سورج رات کے وقت موجود ہو۔ ﴿ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ﴾ ’’اور رات دن سے آگے نہیں بڑھ سکتی‘‘ کہ وہ دن کی بادشاہت ختم ہونے سے پہلے اس میں داخل ہو جائے۔

﴿وَكُلٌّ﴾ ''اور ہر ایک'' یعنی سورج' چاند اور ستارے ﴿فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ﴾ ''سب ایک ایک فلک میں تیر رہے ہیں'' یعنی وہ دائمی طور پر اپنے راستے پر آ جا رہے ہیں۔ یہ سب کچھ خالق کائنات اور اس کے اوصاف کی عظمت کی ناقابلِ تردید دلیل اور برہان ہے۔ خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی صفت قدرت' حکمت اور اس موضوع کے متعلق علم کے اثبات کی دلیل ہے۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ
اور ایک نشانی ان کیلئے یہ ہے کہ بیشک ہم نے اٹھایا انکی نسل کو اس کشتی میں (جو) بھری ہوئی (تھی) ○ اور پیدا کیں ہم نے انکے لیے اس جیسی (اور سواریاں)
مَا يَرْكَبُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِلَّا
جن پر وہ سوار ہوتے ہیں ○ اور اگر ہم چاہیں تو غرق کر دیں انکو پس نہیں ہوگا کوئی فریادرس واسطے انکے اور نہ وہ چھڑائے جائیں ○ مگر
رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۴۴﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا
رحمت سے ہماری اور فائدہ پہنچانے کو ایک مدت تک ○ اور جب کہا جاتا ہے ان سے' بچو اس (عذاب) سے جو تمہارے سامنے اور جو
خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا
تمہارے پیچھے ہے' تاکہ تم رحم کیے جاؤ ○ اور نہیں آتی انکے پاس کوئی نشانی' ان کے رب کی نشانیوں میں سے' مگر ہوتے ہیں وہ
عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ
اس سے اعراض کرنیوالے ہی ○ اور جب کہا جاتا ہے ان سے' تم خرچ کرو اس میں سے جو رزق دیا تمہیں اللہ نے' تو کہتے ہیں وہ لوگ
كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ
جنہوں نے کفر کیا' ان سے جو ایمان لائے' کیا کھلائیں ہم اس کو کہ اگر چاہتا اللہ (کھلانا) تو کھلا دیتا اس کو' نہیں ہو تم مگر گمراہی
مُّبِيْنٍ ﴿۴۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا
صریح میں ○ اور وہ کہتے ہیں: کب (پورا) ہوگا یہ وعدہ اگر ہو تم سچے؟ ○ نہیں انتظار کر رہے وہ مگر
صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً
ایک زور کی آواز کا جو آ پکڑے گی ان کو اور وہ آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے ○ پس نہ طاقت رکھیں گے وہ وصیت کرنے کی
وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۰﴾ ۳ ع ۱۸ ۲
اور نہ وہ اپنے گھر والوں کی طرف ہی لوٹ سکیں گے ○

نیز یہ اس امر کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اکیلا معبودِ برحق ہے کیونکہ وہی اکیلا نعمتیں عطا کرتا ہے اور مصائب و شدائد کو دور کرتا ہے اور اس کی جملہ نعمتوں میں ایک نعمت یہ ہے کہ ﴿اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ﴾ ''ہم نے ان کی اولاد کو سوار کیا۔'' بہت سے مفسرین کی رائے ہے کہ اس سے مراد ان کے آباء و اجداد ہیں ﴿وَخَلَقْنَا لَهُمْ﴾ ''اور ہم نے ان کے لیے پیدا کیں۔'' یعنی موجود اور آنے والے لوگوں کے لیے ﴿مِّنْ مِّثْلِهٖ﴾ ''ویسی ہی'' اس کشتی جیسی یعنی

اس کی جنس میں سے ﴿مَا یَرْكَبُوْنَ﴾ ’’جس پر یہ سواری کرتے ہیں۔‘‘ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے آباؤ اجداد پر اپنی نعمت کا ذکر فرمایا کہ اس نے ان کو کشتی میں سوار کرایا۔ ان پر نعمت کا فیضان گویا اولاد پر نعمت کا فیضان ہے۔ تفسیر کے اعتبار سے یہ مقام میرے لیے مشکل ترین مقام ہے کیونکہ بہت سے مفسرین نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ یہاں ’’ذریت‘‘ سے مراد آباؤ اجداد ہیں، مگر قرآنِ کریم میں ذریت کا آباؤ اجداد پر اطلاق کہیں نہیں آتا، بلکہ یہ مفہوم لینے میں ابہام اور کلام کو اس کے موضوع سے ہٹانا ہے جس کا رب العالمین کا کلام انکار کرتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ اپنے بندوں کے سامنے ایضاح و بیان ہے۔

یہاں ایک اور احتمال بھی ہے جو اس سے بہتر ہے اور وہ یہ ہے کہ یہاں ’’ذریت‘‘ سے مراد جنس ہے یعنی اس سے مراد وہ خود ہیں، کیونکہ وہی آدم کی ذریت ہیں، مگر یہ معنی اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متناقض ہیں۔ ﴿وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا یَرْكَبُوْنَ﴾ ’’اور ان کے لیے اسی جیسی اور چیزیں پیدا کیں جن پر یہ سوار ہو جاتے ہیں۔‘‘ اگر اس سے مراد یہ ہو کہ ہم نے اس کشتی جیسی کشتی تخلیق کی، یعنی ان مخاطبین کے لیے جو مختلف انواع کی کشتیوں پر سوار ہوتے ہیں...... تو یہ معنی کا تکرار ہے، قرآن کریم کی فصاحت اس سے انکار کرتی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ﴿وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا یَرْكَبُوْنَ﴾ سے اونٹ مراد لیے جائیں جو صحرا کے جہاز ہیں تو معنی نہایت درست اور واضح ہیں...... البتہ اس معنی کے مطابق بھی کلام میں تشویش باقی رہ جاتی ہے، کیونکہ اگر یہ معنی مراد ہوتے تو اللہ یوں ارشاد فرماتا: (اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّیَّتَهُمْ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ○ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا یَرْكَبُوْنَ) ’’اور ان کے لیے نشانی ہے کہ ہم نے انھیں بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا اور ان کے لیے اسی جیسی دوسری چیزیں پیدا کیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں۔‘‘ رہا پہلی آیت کریمہ میں یہ فرمانا کہ ہم نے ان کی اولاد کو سوار کیا اور دوسری آیت کریمہ میں یہ فرمانا کہ ہم نے انھیں سوار کیا، تو اس سے معنی واضح نہیں ہوتے۔ سوائے اس کے یہ کہا جائے کہ ضمیر (ذُرِّیَة) کی طرف لوٹتی ہو اور حقیقتِ حال کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

جب میں یہاں تک لکھ چکا تو مجھ پر ایک مطلب ظاہر ہوا جو اللہ تعالیٰ کی مراد سے بعید نہیں، جو کوئی کتاب اللہ کے جلال اور ہر لحاظ سے حال، ماضی اور مستقبل کے امور کے لیے اس کے بیانِ کامل کی معرفت رکھتا ہے، نیز وہ یہ بھی جانتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ وہ معنی ذکر کرتا ہے جو اپنے احوال میں کامل ترین معنی ہوں۔ کشتی اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی اور اس کے بندوں کے لیے اس کی نعمت ہے۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے بندوں کو کشتی کی نعمت اور اس کی تعلیم سے نوازا ہے اس وقت سے لے کر روز قیامت اور قرآن کے مخاطبین کے زمانے تک، ہر زمانے میں کشتی موجود رہی ہے۔ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کو قرآن کے ذریعے سے مخاطب کیا اور کشتی کا حال بیان کیا تو اس وقت اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ ان مخاطبین کے زمانے کے بعد ایسی ایسی کشتیاں ایجاد ہوں گی جو اللہ تعالیٰ کی عظیم

نشانیاں ہوں گی اور اللہ تعالیٰ ان کو بحری، بادبانی اور بھاپ سے چلنے والی، فضا میں پرندوں کے مانند تیرنے والی کشتیوں اور خشکی پر چلنے والی سواریوں کی صنعت کی تعلیم دے گا اور یہ عظیم نشانی صرف ان کی ذریت کے زمانے ہی میں پائی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے کتاب کریم میں اپنی نشانیوں کی تمام انواع میں سے اعلیٰ ترین نشانی کی طرف اشارہ کیا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَاٰیَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّیَّتَهُمْ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴾ ''اور ان کے لیے ایک نشانی یہ ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔'' یعنی سواریوں اور سامان سے بھری ہوئی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو ان سواریوں پر سوار کرایا اور ان اسباب کے ذریعے سے ان کو ڈوبنے سے بچایا جو اس نے انھیں سکھائے تھے۔

بنابریں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت کی طرف توجہ دلائی کہ اس نے ان کو غرق کرنے کی قدرت رکھنے کے باوجود ڈوبنے سے بچایا، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِیْخَ لَهُمْ ﴾ ''اور اگر ہم چاہیں تو انھیں غرق کر دیں پھر ان کا کوئی فریاد رس نہ ہو۔'' یعنی کوئی ہستی ایسی نہیں جو اس مصیبت میں چیخ و پکار سن کر ان کی مدد کر سکے اور ان کی مصیبت کو دور کر سکے۔ ﴿ وَلَا هُمْ یُنْقَذُوْنَ ﴾ ''اور نہ وہ کسی طرح بچائے جا سکیں گے'' اس مصیبت سے جس میں وہ مبتلا ہیں ﴿ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰی حِیْنٍ ﴾ ''مگر یہ ہماری رحمت اور ایک مدت تک کے فائدے ہیں۔'' یعنی ہم نے ان پر لطف و کرم کرنے اور ایک مدت تک ان کو متمتع کرنے کی بنا پر ان کو ڈبویا نہیں، شاید! وہ ہماری طرف رجوع کریں یا اپنی کوتاہیوں کی تلافی کریں ﴿ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَیْنَ اَیْدِیْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ ﴾ ''اور جب ان سے کہا گیا کہ جو تمھارے پیچھے ہے اور جو تمھارے آگے ہے اس سے ڈرو'' یعنی برزخ اور قیامت کے احوال اور دنیاوی سزاؤں سے اپنا بچاؤ کرو ﴿ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴾ ''شاید! تم پر رحم کیا جائے۔'' تو انھوں نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم سے روگردانی کی اگرچہ ان کے پاس ہر قسم کی نشانی آئی، مگر انھوں نے اس کی کوئی پروا نہ کی۔

اس لیے فرمایا: ﴿ وَمَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ﴾ ''ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو بھی نشانی آتی یہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔'' آیات کی، ان کے رب کی طرف اضافت ان آیات کے کامل اور واضح ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی آیات سے زیادہ کوئی چیز واضح نہیں۔ اپنے بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی جملہ تربیت میں سے ایک چیز یہ ہے کہ اس نے اپنی آیات اپنے بندوں تک پہنچائیں جن کے ذریعے سے وہ ان امور میں راہنمائی حاصل کرتے ہیں جو ان کے لیے دین و دنیا میں فائدہ مند ہیں۔

﴿ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ﴾ ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے میں سے کچھ دو'' یعنی اس رزق سے خرچ کرو جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا ہے، اگر وہ چاہتا تو

وہ اسے تم سے سلب کر لیتا ﴿قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا﴾ ''کافروں نے مومنوں سے کہا'' یعنی کفار نے حق کی مخالفت اور مشیت کو حجت بناتے ہوئے کہا: ﴿اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ ۖ اِنْ اَنْتُمْ﴾ ''(اے مومنو!) کیا ہم ان لوگوں کو کھانا کھلائیں، جن کو اگر اللہ کھلانا چاہتا تو کھلا دیتا۔ نہیں ہو تم'' ﴿اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''مگر کھلی گمراہی میں'' کیونکہ تم ہمیں اس بات کا حکم دے رہے ہو۔

ان کا یہ قول ان کی جہالت یا تجاہل پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ مشیت الٰہی کسی نافرمان کی نافرمانی کے لیے ہرگز دلیل نہیں۔ ہر چند کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہو سکتا، تاہم اس نے اپنے بندوں کو اختیار عطا کیا ہے اور انھیں قوت سے نوازا ہے جس کے ذریعے سے وہ اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب کر سکتے ہیں۔ اگر وہ کسی ایسی چیز کو ترک کرتے ہیں جس کی تعمیل کا انھیں حکم دیا گیا ہے تو وہ اپنے اختیار سے ترک کرتے ہیں اور ان پر کوئی جبر نہیں ہوتا۔

﴿وَيَقُوْلُوْنَ﴾ وہ تکذیب کرتے اور عذاب کے لیے جلدی مچاتے ہوئے کہتے ہیں ﴿مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ وہ قیامت کو دور نہ سمجھیں، وہ بہت قریب ہے۔ ﴿مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً﴾ ''وہ صرف ایک سخت چیخ کا انتظار کر رہے ہیں'' اور وہ صور پھونکنے کی آواز ہوگی ﴿تَاْخُذُهُمْ﴾ یعنی صور کی چنگھاڑ انھیں آ لے گی ﴿وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ﴾ ''جبکہ وہ جھگڑ رہے ہوں گے۔'' اور وہ اس آواز کے بارے میں غافل ہوں گے۔ ان کے آپس میں جھگڑے کی حالت میں، جو کہ اکثر غفلت کے وقت ہوتا ہے، ان کے دل میں اس کے بارے میں خیال بھی نہ گزرا ہوگا۔ جب وہ چنگھاڑ ان کی غفلت کے وقت ان کو آ لے گی تو اس وقت ان کو کوئی مہلت نہ دی جائے گی ﴿فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً﴾ وہ تھوڑی یا زیادہ کسی قسم کی وصیت نہ کر سکیں گے ﴿وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ ''اور نہ وہ اپنے گھروں کو لوٹ ہی سکیں گے۔''

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ (٥١) قَالُوْا يٰوَيْلَنَا

اور پھونکا جائے گا صور تو یکایک وہ اپنی قبروں سے (نکل کر) اپنے رب کی طرف تیزی سے دوڑیں گے ○ کہیں گے: ہائے افسوس!

مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜسکتہ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ (٥٢)

وقف لازم

کس نے اٹھایا ہمیں ہماری خواب گاہ سے؟ یہی ہے وہ جو وعدہ کیا تھا رحمٰن نے اور سچ کہا تھا رسولوں نے ○

اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ (٥٣) فَالْيَوْمَ

نہیں ہو گی وہ مگر زور کی ایک آواز، پس یکایک وہ سب ہمارے پاس حاضر کیے جائیں گے ○ پس آج

لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (٥٤)

نہیں ظلم کیا جائے گا کسی جان پر کچھ بھی اور نہ بدلہ دیے جاؤ گے تم مگر وہی جو تھے تم عمل کرتے ○

صور کی پہلی آواز گھبراہٹ اور موت کی آواز ہوگی اور یہ دوسری آواز مردوں کے زندہ ہونے اور اٹھنے کے لیے ہوگی۔ جب دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو وہ اپنی قبروں سے نکل کر جلدی سے اپنے رب کے حضور حاضر ہوں گے اور وہ کسی قسم کی تاخیر اور دیر نہ کر سکیں گے۔ اس حال میں، رسولوں کی تکذیب کرنے والے بہت غم زدہ ہوں گے۔ وہ حسرت اور ندامت کا اظہار کرتے ہوئے کہیں گے: ﴿يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا﴾ ”ہائے افسوس! ہمیں ہماری خواب گاہوں سے کس نے اٹھایا؟“ یعنی ہمیں ہماری قبروں میں نیند سے کس نے اٹھایا؟ بعض احادیث میں وارد ہے کہ اہل قبور صور پھونکے جانے سے تھوڑی دیر پہلے تک سو رہے ہوں گے۔ ان کو جواب دیا جائے گا: ﴿هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ﴾ یعنی یہی وہ قیامت ہے جس کا تمھارے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں نے وعدہ کیا تھا۔ تمھاری آنکھوں کے سامنے ان کی صداقت ظاہر ہوگئی۔ اس مقام پر آپ یہ خیال نہ کریں کہ اللہ تعالیٰ کی صفت ”رحمٰن“ کا ذکر محض اس کے وعدے کی خبر کے لیے کیا گیا ہے۔ اس کا ذکر تو صرف اس بات سے آگاہ کرنے کے لیے کیا گیا ہے کہ وہ اس روز اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ایسے مظاہر دیکھیں گے جو کبھی ان کے خیال میں بھی نہ گزرے ہوں گے اور حساب لگانے والوں نے بھی حساب نہ لگایا ہوگا، مثلاً فرمایا: ﴿اَلْمُلْكُ يَوْمَىِٕذِ اِلْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ﴾ (الفرقان: ٢٥/٢٦) ”اس دن حقیقی اقتدار صرف رحمٰن کا ہوگا۔“ اور فرمایا: ﴿وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ﴾ (طٰہٰ: ٢٠/١٠٨) ”اور رحمٰن کے آگے آوازیں دب جائیں گی۔“ اور اس طرح کے دیگر مقامات جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے صفاتی نام ”رحمٰن“ کا ذکر فرمایا ہے۔

﴿اِنْ كَانَتْ﴾ ”نہیں ہوگا“ اہل قبور کا اپنی قبروں سے اٹھنا ﴿اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً﴾ ”مگر ایک ہی زور کی چنگھاڑ۔“ اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے اور تمام مردے جی اٹھیں گے ﴿فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ﴾ اولین و آخرین اور جن و انس سب ہمارے سامنے حاضر کیے جائیں گے تاکہ ان کے اعمال کا حساب لیا جائے۔

﴿فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا﴾ ”پس اس روز کسی شخص پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔“ یعنی ان کی نیکیوں میں کوئی کمی کی جائے گی نہ ان کی برائیوں میں اضافہ۔ ﴿وَلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ یعنی جس خیر و شر کا تم ارتکاب کرو گے صرف اسی کی تمھیں جزا و سزا ملے گی۔ پس جس نے بھلائی پائی وہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرے جسے اس کے علاوہ کچھ اور ملا تو اسے صرف اپنے آپ کو ملامت کرنی چاہیے۔

اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ۚ ۵۵ هُمْ وَ اَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ

بے شک جنتی آج (اپنے) شغل میں خوش ہوں گے ○ وہ اور ان کی بیویاں سایوں میں

عَلَى الْاَرَآىِٕكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ۵۶ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ۚۖ ۵۷ سَلٰمٌ ۣ قف

تختوں پر ٹیک لگائے ہوئے ہونگے ○ ان کیلئے اس میں میوہ ہوگا (ہر قسم کا) اور ان کے لیے وہ ہوگا جو وہ مانگیں گے ○ سلام

قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴿٥٨﴾

کہا جائے گا (انھیں) نہایت مہربان رب کی طرف سے ○

جب اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرما دیا کہ ہر شخص کو صرف اس کے اعمال کی جزا ملے گی تو دونوں فریقوں کی جزا و سزا کا ذکر بھی کیا۔ پہلے اہل جنت کی جزا کا ذکر کرتے ہوئے آگاہ فرمایا کہ اہل جنت اس روز ﴿فِیْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ﴾ ''لطف اٹھانے میں مشغول ہوں گے۔'' یعنی ایسے مشاغل میں مشغول ہوں گے جن سے نفس کو لطف اور لذت محسوس ہوگی، ہر ایسی چیز میں مشغول ہوں گے جو نفس چاہیں گے، آنکھیں جس سے لذت حاصل کریں گی اور تمنا کرنے والے تمنا کریں گے۔ ان نعمتوں میں خوبصورت دوشیزاؤں سے ملاقات شامل ہے، جیسا کہ فرمایا: ﴿هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ﴾ ''وہ اور ان کی بیویاں'' خوبصورت آنکھوں والی جو خوبصورت چہروں اور خوبصورت بدنوں والی ہونے کے ساتھ ساتھ خوب سیرت بھی ہوں گی ﴿فِیْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآىِٕكِ مُتَّكِـُٔوْنَ﴾ ''سایوں میں مسہریوں پہ ہوں گے'' یعنی وہ ایسی مسندوں پر بیٹھیں گے جو خوبصورت لباس سے مزین ہوں گی۔ ﴿مُتَّكِـُٔوْنَ﴾ مسند پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے ان کا تکیہ لگانا، کمال راحت، طمانیت اور لذت پر دلالت کرتا ہے۔ ﴿لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ﴾ اس میں ان کے لیے تمام قسم کے لذیذ پھل اور میوے بکثرت ہوں گے، مثلاً انگور، انجیر اور انار وغیرہ۔ ﴿وَلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ﴾ یعنی جو کچھ بھی وہ طلب کریں گے اور تمنا کریں گے، پالیں گے۔

نیز ان کو ﴿سَلٰمٌ﴾ ''سلام'' حاصل ہوگا ﴿مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ﴾ ''مہربان رب کی طرف سے۔'' اس آیت کریمہ میں دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اہلِ جنت کے ساتھ کلام فرمائے گا اور ان پر اس کا سلام ہوگا اور اللہ نے اسے اپنے ارشاد ﴿قَوْلًا﴾ کے ذریعے سے مؤکد کیا اور جب ربِ رحیم کی طرف سے ان کو سلام بھیجا جائے گا تو انھیں ہر لحاظ سے مکمل سلامتی حاصل ہوگی۔ انھیں سلام کہا جائے گا جس سے بڑھ کر کوئی سلام نہیں اور اس جیسی کوئی نعمت نہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے بادشاہوں کے بادشاہ، ربِ عظیم اور رؤف و رحیم کی طرف سے اکرام و تکریم کے گھر میں رہنے والے ان لوگوں کو بھیجا گیا سلام کیسا ہوگا، جن پر اس کی رضا سایہ کناں اور جن سے ناراضی ہمیشہ کے لیے دور ہے؟ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے موت مقدر کی ہوتی یا فرحت و سرور کی وجہ سے حرکت قلب کا بند ہو جانا مقرر کیا ہوتا تو وہ خوشی سے ضرور مر جاتے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارا ربّ ہمیں ان نعمتوں سے محروم نہیں کرے گا اور ہمیں اپنے چہرۂ اقدس کا دیدار کرائے گا۔

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٥٩﴾ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ

الگ ہو جاؤ آج، اے مجرمو! ○ کیا نہیں وصیت (تاکید) کی تھی میں نے تمھیں، اے بنی آدم! اس بات کی کہ

لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿٦٠﴾ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ

نہ عبادت کرنا تم شیطان کی، بلاشبہ وہ تمھارا دشمن ہے کھلم کھلا ○ اور یہ کہ عبادت کرو تم میری، یہی ہے راستہ

مُّسْتَقِیْمٌ ﴿٦١﴾ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِیْرًا ؕ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٢﴾ هٰذِهٖ
سیدھا ○ اور البتہ تحقیق گمراہ کی اس نے تم میں سے مخلوق بہت سی، کیا پس نہیں تھے تم عقل رکھتے؟ ○ یہ ہے
جَهَنَّمُ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿٦٣﴾ اِصْلَوْهَا الْیَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿٦٤﴾
جہنم وہ جس کا تھے تم وعدہ دیے جاتے ○ داخل ہو جاؤ اس میں آج بہ سبب اس کے جو تھے تم کفر کرتے ○
اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤی اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا
آج ہم مہر لگا دیں گے اوپر انکے مونہوں کے، اور کلام کریں گے ہم سے انکے ہاتھ اور گواہی دیں گے انکے پیر، ساتھ اسکے جو تھے وہ
یَكْسِبُوْنَ ﴿٦٥﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰۤی اَعْیُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰی
کماتے (کرتے) ○ اور اگر ہم چاہیں تو البتہ مٹا دیں ان کی آنکھیں، پھر وہ دوڑیں راستہ (تلاش کرنے) کو پس کیوں کر
یُبْصِرُوْنَ ﴿٦٦﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰی مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا
وہ دیکھ سکیں ○ اور اگر ہم چاہیں، تو البتہ مسخ کر دیں ہم ان کی صورتیں ان کی جگہوں پر ہی، پھر وہ نہ طاقت رکھیں
مُضِیًّا وَّلَا یَرْجِعُوْنَ ﴿٦٧﴾
(آگے) چلنے کی اور نہ ہی لوٹ سکیں وہ ○

ع ٤ ١٧ ٢

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہلِ تقویٰ کی جزا کا ذکر کرنے کے بعد مجرموں کی سزا بیان کی ہے۔ ﴿وَ﴾ ''اور'' ان کو قیامت کے روز کہا جائے گا: ﴿اَمْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ﴾ اے مجرمو! تم اہلِ ایمان سے الگ ہو جاؤ۔ یہ حکم اس لیے ہوگا تاکہ اللہ تعالیٰ انھیں جہنم میں داخل کرنے سے قبل برسرِ عام زجر و توبیخ کرے اور ان سے کہے: ﴿اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَیْكُمْ﴾ یعنی کیا میں نے اپنے رسولوں کے ذریعے سے تمھیں حکم نہیں دیا تھا اور تمھیں وصیت نہیں کی تھی اور تم سے یہ نہیں کہا تھا: ﴿یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ﴾ ''اے آدم کی اولاد! شیطان کی عبادت نہ کرنا۔'' یعنی اس کی اطاعت نہ کرو، یہ زجر و توبیخ ہے اور اس میں ہر قسم کے کفر و معصیت پر زجر و توبیخ داخل ہے، کیونکہ کفر و معاصی کی تمام اقسام شیطان کی اطاعت اور اس کی عبادت کے زمرے میں آتی ہیں۔ ﴿اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ﴾ ''بے شک وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔'' پس میں نے تمھیں اس سے انتہائی حد تک بچنے کی ہدایت کی، تمھیں اس کی اطاعت سے ڈرایا اور وہ تمھیں جس چیز کی دعوت دیتا ہے میں نے تمھیں اس سے خبردار کیا تھا۔

﴿وَ﴾ ''اور'' میں نے تمھیں حکم دیا تھا: ﴿اَنِ اعْبُدُوْنِیْ﴾ کہ میرے اوامر کی تعمیل کرتے اور میری نافرمانی سے بچتے ہوئے میری عبادت کرو ﴿هٰذَا﴾ یعنی میری عبادت، میری اطاعت اور شیطان کی نافرمانی کرنا ﴿صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ﴾ ''سیدھا راستہ ہے۔'' پس صراطِ مستقیم کے علوم و اعمال انھی مذکورہ دو امور کی طرف راجع ہیں۔

تم نے میرے عہد کی حفاظت کی نہ میری وصیت پر عمل کیا، بلکہ تم نے اپنے دشمن یعنی شیطان سے دوستی رکھی،

لہٰذا ﴿اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا﴾ اس نے تم میں سے بہت زیادہ مخلوق کو گمراہ کیا ﴿اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ﴾ یعنی کیا تم میں عقل نہیں جو تمھیں تمھارے رب اور حقیقی سرپرست کے ساتھ موالات رکھنے کا حکم دے اور تمھیں تمھارے بدترین دشمن کو اپنا دوست اور سرپرست بنانے سے روکے۔ اگر تمھاری عقل صحیح ہوتی تو تم ہرگز ایسا نہ کرتے۔

اب جبکہ تم نے شیطان کی اطاعت کی، رحمٰن کے ساتھ عداوت کی، اس کے ساتھ ملاقات کو جھٹلایا، قیامت یعنی دار جزا میں آوارد ہوئے اور تم عذاب کے مستحق ٹھہرے تو ﴿هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾ ”یہ ہے وہ جہنم جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے“ اور تم جھٹلایا کرتے تھے۔ اب اس کو تم اپنی آنکھوں کے ساتھ دیکھو، یہاں دل دہل جائیں گے، آنکھیں پھر جائیں گی اور بہت بڑی گھبراہٹ کا وقت ہوگا۔ پھر اس کی تکمیل یوں ہوگی کہ انھیں جہنم میں ڈال دیے جانے کا حکم ہوگا اور ان سے کہا جائے گا: ﴿اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ﴾ ”اپنے کفر کا بدلہ پانے کے لیے جہنم میں داخل ہو جاؤ۔“ جہاں آگ تمھیں جلائے گی، آگ کی حرارت تمھیں گھیر لے گی، آیاتِ الٰہی کے انکار اور اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی تکذیب کے سبب سے آگ تمھارے جسم کے ہر حصے کو جلائے گی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بدبختی کے اس گھر میں ان کے بدترین احوال کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ﴾ ”آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے۔“ یعنی ہم ان کو گونگا بنا دیں گے، پس وہ بول نہ سکیں گے، کفر اور تکذیب پر مبنی اپنے اعمال کا انکار کرنے پر قادر نہیں ہوں گے ﴿وَتُكَلِّمُنَاۤ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ ”اور جو کچھ یہ کرتے رہے تھے ان کے ہاتھ ہم سے بیان کر دیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے۔“ یعنی ان کے اعضا ان کے خلاف ان کے اعمال کی گواہی دیں گے اور وہ ہستی انھیں قوتِ گویائی عطا کرے گی جس نے ہر چیز کو قوتِ گویائی عطا کی ہے ﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰۤى اَعْيُنِهِمْ﴾ یعنی ہم اگر چاہیں تو ان کی بینائی سلب کر لیں جس طرح ہم نے ان کی گویائی سلب کر لی ﴿فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ﴾ یعنی سیدھے راستے کی طرف سبقت کرو، کیونکہ جنت تک پہنچنے کا صرف یہی راستہ ہے ﴿فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ﴾ ”تو وہ کہاں سے دیکھ سکیں گے“ کیونکہ ان کی آنکھوں کی بینائی سلب کر لی گئی ہے۔

﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ﴾ ”اور اگر ہم چاہیں تو ان کی جگہ پر ان کی صورتیں بدل دیں۔“ یعنی ہم ان کی حرکت سلب کر لیں ﴿فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا﴾ ”تو وہ چل پھر نہ سکیں“ یعنی آگے کی جانب ﴿وَّلَا يَرْجِعُوْنَ﴾ اور نہ آگ سے دور رہنے کے لیے پیچھے لوٹ سکیں۔ معنی یہ ہے کہ ان کفار کے لیے عذاب ثابت ہو گیا لہٰذا ان کو ضرور عذاب دیا جائے گا اور اس مقام پر جہنم کے سوا کچھ نہیں جو سامنے ہے اور اس پر بچھے ہوئے پل کو عبور کیے بغیر نجات کا کوئی راستہ نہیں اور اہل ایمان کے سوا اس پل کو کوئی عبور نہیں کر سکے گا۔ اہل ایمان اپنے ایمان

کی روشنی میں پل کو عبور کریں گے۔ رہے یہ کفار تو اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے لیے نجات کا کوئی وعدہ نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کی بینائی کو سلب کر لے اور ان کی حرکت کو باقی رکھے تب اگر یہ راستے کی طرف بڑھیں تو اس تک پہنچ نہیں پائیں گے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کی حرکت کو بھی سلب کر لے تب یہ آگے بڑھ سکیں گے نہ پیچھے لوٹ سکیں گے۔ مقصد یہ ہے کہ کفار پل صراط کو عبور کر سکیں گے نہ انھیں جہنم سے نجات حاصل ہوگی۔

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ؕ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ (۶۸)

اور جو شخص کہ عمر دیں ہم اس کو (زیادہ) تو الٹا دیتے ہیں ہم اس کو پیدائش میں، کیا پس نہیں وہ عقل رکھتے؟ ○

﴿وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ﴾ ”اور ہم جس کو بڑی عمر دیتے ہیں۔“ یعنی بنی آدم میں سے ﴿نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ﴾ یعنی وہ اسی حالت کی طرف لوٹ آتا ہے جس سے ابتدا کی تھی یعنی ضعف عقل اور ضعف قوت کی طرف ﴿اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ﴾ ”کیا وہ سمجھتے نہیں۔“ آدمی ہر لحاظ سے ناقص ہے۔ پس انھیں چاہیے کہ وہ اپنی قوت اور عقل کا تدارک کریں اور انھیں اپنے رب کی اطاعت میں استعمال کریں۔

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۙ (۶۹)

اور نہیں سکھایا ہم نے اس (رسول) کو شعر کہنا اور نہ (یہ) لائق ہی تھا اسکے، نہیں ہے وہ (کلام الٰہی) مگر ایک نصیحت اور قرآن واضح ○

لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (۷۰)

تاکہ ڈرائے وہ اس کو جو ہے زندہ اور ثابت ہو جائے بات (اللہ کی) اوپر کافروں کے ○

مشرکین نبی مصطفیٰ ﷺ پر شاعر ہونے کا بہتان لگایا کرتے تھے نیز یہ کہ جو کچھ آپ پیش کر رہے ہیں وہ شاعری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کو شاعری سے منزہ قرار دیتے ہوئے فرمایا: ﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ﴾ یعنی آپ کے لیے مناسب نہیں ہے کہ آپ شاعری کریں۔ یعنی آپ کا شاعر ہونا جنس محال میں سے ہے۔ آپ تو ہدایت یافتہ ہیں جبکہ شعرا گمراہ ہوتے ہیں اور گمراہ لوگ ہی ان شعرا کی پیروی کرتے ہیں، نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے تمام شبہات کو دور کر دیا جن کا یہ گمراہ لوگ سہارا لیا کرتے ہیں، چنانچہ اس شبہے کو بھی ختم کر دیا کہ آپ لکھ سکتے ہیں یا پڑھ سکتے ہیں اور آگاہ فرمایا کہ اس نے آپ کو شاعری نہیں سکھائی اور نہ شاعری آپ کے شایانِ شان ہے ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ﴾ یعنی یہ چیز جو محمد رسول ﷺ لے کر آئے ہیں ”ذکر“ ہے جس سے عقل مند لوگ تمام دینی مطالب میں راہنمائی حاصل کرتے ہیں، وہ تمام دینی مطالب پر کامل ترین طریقے سے مشتمل ہے اور وہ عقلوں کو اس چیز کی یاد دہانی کرواتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اچھے کام کرنے کے حکم اور برے کاموں سے ممانعت کے طور پر انسانی فطرت میں ودیعت کر دیا ہے۔

﴿ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ ﴾ ”اور واضح قرآن ہے“ یعنی جن امور کی تبیین مطلوب ہے ان سب کو بیان کرتا ہے۔ یہاں اس لیے معمول کو حذف کر دیا تا کہ وہ اس حقیقت پر دلالت کرے کہ وہ پورے حق کو اور باطل کے بطلان کو اجمالی اور تفصیلی دلائل کے ذریعے سے بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے رسول ﷺ پر اسی طرح نازل فرمایا۔

﴿ لِّیُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَیًّا ﴾ ”تا کہ اس شخص کو، جو زندہ ہو، متنبہ کرے۔“ یعنی جو شخص دل زندہ رکھتا ہے وہی اس قرآن کے لائق ہے، اسی شخص کے علم و عمل میں اضافہ ہوتا ہے۔ قرآن اس کے دل کے لیے وہی حیثیت رکھتا ہے جو نہایت عمدہ اور زرخیز زمین کے لیے بارش کی حیثیت ہوتی ہے **﴿ وَّ یَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ﴾** ”اور کافروں پر بات پوری ہو جائے“ کیونکہ ان پر حجت الٰہی قائم ہو گئی اور ان کی حجت منقطع ہو گئی اور ان کے پاس ایک ادنیٰ سا عذر اور شبہ باقی نہیں رہا جس کا وہ سہارا لے سکیں۔

اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَاۤ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿۷۱﴾

کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ بے شک ہم نے پیدا کیے ان کیلئے ان میں سے جن کو بنایا ہمارے ہاتھوں نے، چار پائے۔ پس وہ انکے مالک ہیں ○

وَ ذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَ مِنْهَا یَاْكُلُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَ لَهُمْ فِیْهَا

اور تابع کر دیا ہم نے انکو ان کیلئے، پس کچھ ان میں سے سواریاں ہیں انکی اور کچھ کو ان میں سے وہ کھاتے ہیں ○ اور ان کیلئے ان میں

مَنَافِعُ وَ مَشَارِبُ ؕ اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾

فائدے ہیں اور پینے کی چیزیں ہیں، کیا پس نہیں وہ شکر کرتے؟ ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اس بارے میں غور کریں کہ اس نے مویشیوں کو ان کے لیے مسخر کر دیا اور ان کو ان مویشیوں کا مالک بنایا، ان مویشیوں کے اندر ان کے لیے بے شمار فوائد رکھے چنانچہ وہ ان پر سواری کرتے ہیں، ان پر بوجھ لادتے ہیں، ان کے ذریعے سے اپنے سامان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے ہیں، ان کا گوشت کھاتے ہیں، ان سے گرمی حاصل کرتے ہیں، ان کی اون، ان کی پشم اور ان کے بالوں میں ایک مدت تک ان کے لیے اثاثہ اور فائدہ ہے، نیز ان مویشیوں میں ان کے لیے زینت و جمال اور دیگر فوائد ہیں جس کا روز مرہ مشاہدہ ہوتا ہے۔ **﴿ اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ ﴾** ”کیا یہ لوگ شکر ادا نہیں کرتے“ اس اللہ تعالیٰ کا جس نے ان کو ان نعمتوں سے نوازا ہے؟ تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کو خالص کریں اور وہ ان نعمتوں سے اس طرح فائدہ نہ اٹھائیں کہ وہ عبرت اور غور و فکر سے خالی ہو۔

وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ یُنْصَرُوْنَ ﴿۷۴﴾ؕ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ

اور بنا لیے انہوں نے سوائے اللہ کے، کئی معبود تا کہ وہ مدد کیے جائیں ○ نہیں طاقت رکھتے وہ (معبود) ان کی مدد کرنے کی

وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ﴿٧٥﴾

اور وہ (مشرکین) تو خود ان (بتوں) کے (حمایتی) لشکر ہیں، حاضر کیے گئے ○

یہ مشرکین کے خود ساختہ معبودوں کے بطلان کا بیان ہے جن کو انھوں نے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرا رکھا ہے اور ان سے مدد اور سفارش کی امید رکھتے ہیں، حالانکہ وہ انتہائی عاجز ہیں ﴿لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ﴾ ”نہ وہ ان کی مدد کر سکتے ہیں“ اور نہ خود اپنی مدد پر قادر ہیں۔ جب وہ اپنی مدد نہیں کر سکتے تو وہ ان کی مدد کیسے کر سکتے ہیں۔ مدد کرنا دو امور سے مشروط ہے، استطاعت اور ارادہ۔ جب کوئی مدد کرنے کی استطاعت رکھتا ہو تو ایک چیز باقی رہ جاتی ہے کہ آیا وہ اپنے عبادت گزار بندے کی مدد کرنا چاہتا بھی ہے یا نہیں۔ استطاعت کی نفی سے دونوں امور کی نفی ہو جاتی ہے ﴿وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ﴾ یعنی وہ ان کے حاضر باش لشکر ہوں گے۔ وہ سب عذاب میں ڈالے جائیں گے اور ایک دوسرے سے براءت کا اظہار کریں گے۔ انھوں نے دنیا میں ان خود ساختہ معبودوں کی عبادت سے براءت کا اظہار کر کے اپنی عبادت کو اسی ہستی کے لیے خالص کیوں نہیں کیا جس کے ہاتھ میں نفع و نقصان ہے، عطا کرنا اور محروم کرنا اسی کے اختیار میں ہے اور وہی والی اور مددگار ہے۔

فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿٧٦﴾

وقف لازم

پس نہ غم میں ڈالیں آپ کو ان کی باتیں، بلاشبہ ہم جانتے ہیں جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں ○

اے رسول! جھٹلانے والوں کی باتیں آپ کو غم زدہ نہ کریں۔ یہاں ”باتوں“ سے مراد وہ باتیں ہے جن پر سیاق آیت دلالت کرتا ہے، یعنی ہر وہ بات جو رسول اور اس کی لائی ہوئی کتاب میں عیب لگاتی ہو۔ یعنی آپ کا دل ان کے غم میں مشغول نہ ہو ﴿اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ﴾ ”یہ جو کچھ چھپاتے اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں ہم سب جانتے ہیں۔“ اس لیے ہم ان کو اپنے علم کے مطابق جزا و سزا دیں گے۔ ان کی باتیں آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔

اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿٧٧﴾ وَضَرَبَ

کیا نہیں دیکھا انسان نے، بیشک پیدا کیا ہم نے اس کو قطرۂ منی سے پس ناگہاں (ہو گیا) وہ جھگڑنے والا ظاہر ○ اور بیان کی اس نے

لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ﴿٧٨﴾ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ

ہمارے لئے مثال اور وہ بھول گیا اپنی پیدائش کو، اس نے کہا: کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو جبکہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟ ○ کہہ دیجئے: زندہ کرے گا انکو وہی (اللہ) جس نے

اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ۙ ﴿٧٩﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ

پیدا کیا انکو پہلی مرتبہ اور وہ ہر طرح کے پیدا کرنے کو خوب جانتا ہے ○ وہ (اللہ) جس نے بنا دی تمہارے لئے سبز درخت سے

نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ﴿٨٠﴾ اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى

آگ پھر یکایک تم اس سے آگ سلگا لیتے ہو ○ کیا نہیں وہ (اللہ) جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو قدرت رکھنے والا اس بات پر

اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰی ۚ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ﴿۸۱﴾ اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ

کہ پیدا کرے وہ انکی مثل؟ کیوں نہیں! وہی تو ہے پیدا کرنیوالا جاننے والا○ یقیناً اسکا حکم جب وہ ارادہ کرتا ہے کسی چیز کا یہ (ہوتا ہے) کہ وہ کہتا ہے

لَهٗ کُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۸۲﴾ فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

اسکو ہو جا! پس وہ ہو جاتی ہے○ پس پاک ہے وہ (اللہ) کہ جسکے ہاتھ میں ہے بادشاہی ہر چیز کی اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے○

ان آیات کریمہ میں، منکرین قیامت کے شبہات اور ان کے مکمل، بہترین اور واضح جواب کا ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ ﴾ کیا قیامت کا منکر اور اس میں شک کرنے والا انسان اس معاملے پر غور نہیں کرتا جو اسے قیامت کے وقوع کے بارے میں یقین کامل عطا کرے اور وہ معاملہ اس کی تخلیق کی ابتدا ہے ﴿ مِنْ نُّطْفَةٍ ﴾ ''نطفے سے'' پھر آہستہ آہستہ مختلف مراحل میں منتقل ہوتا ہے حتیٰ کہ بڑا ہو کر جوان ہو جاتا ہے اور اس کی عقل کامل اور درست ہو جاتی ہے ﴿ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ﴾ ''تو یکا یک وہ صریح جھگڑالو بن بیٹھتا ہے۔'' اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے نطفے سے اس کی تخلیق کی ابتدا کی۔ اسے ان دو حالتوں کے تفاوت پر غور کرنا چاہیے اور اسے معلوم ہونا چاہیے کہ وہ ہستی جو اسے عدم سے وجود میں لائی ہے زیادہ قدرت رکھتی ہے کہ اس کے مرنے اور ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جانے کے بعد اسے دوبارہ زندہ کرے۔

﴿ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا ﴾ ''اور اس نے ہمارے لیے مثال بیان کی۔'' کسی کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اس قسم کی مثال بیان کرے اور وہ ہے خالق کی قدرت کا مخلوق کی قدرت کے ساتھ قیاس کرنا، نیز یہ قیاس کرنا کہ جو چیز مخلوق کی قدرت سے بعید ہے وہ خالق کی قدرت سے بھی بعید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مثال کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ قَالَ ﴾ یعنی اس انسان نے کہا: ﴿ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ ﴾ یعنی کیا کوئی ایسی ہستی ہے جو ان ہڈیوں کو زندہ کرے گی؟ یہ استفہام انکاری ہے یعنی کوئی ہستی ایسی نہیں ہے جو ان ہڈیوں کے بوسیدہ اور معدوم ہو جانے کے بعد ان کو دوبارہ زندہ کر سکے۔ شبہ اور مثال کا یہی پہلو ہے کہ یہ معاملہ بشر کی قدرت سے بہت بعید ہے۔ یہ قول جو انسان سے صادر ہوا ہے اس کی غفلت پر مبنی ہے، نیز وہ اپنی تخلیق کی ابتدا کو بھول گیا ہے۔ اگر وہ اپنی تخلیق پر غور کرتا کہ کیسے اس کو پیدا کیا گیا جبکہ وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا تو وہ اعادۂ تخلیق کو عیاں پاتا اور یہ مثال بیان نہ کرتا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کے اعادۂ تخلیق کے محال ہونے کے شبہے کا کافی اور شافی جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ﴾ ''کہہ دیجیے کہ ان کو وہی زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلی بار پیدا کیا تھا'' یعنی وہ مجرد اپنے تصور ہی سے کسی شبہے کے بغیر، یقینی طور پر معلوم کر سکتا ہے کہ وہ ہستی جس نے اسے پہلی مرتبہ وجود بخشا، وہ دوسری مرتبہ اس کے اعادے پر قادر ہے۔ جب تصور کرنے والا تصور کرتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی

قدرت کے سامنے یہ اعادۂ تخلیق بہت معمولی نظر آتا ہے ﴿ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ﴾ ’’اور وہ سب قسم کا پیدا کرنا جانتا ہے۔‘‘

یہ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ عالیہ میں سے دوسری دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم اس کی تمام مخلوقات کا‘ ان کے تمام احوال کا‘ تمام اوقات میں احاطہ کیے ہوئے ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ مُردوں کے اجسادِ خاکی میں سے کیا چیز کم ہو رہی ہے اور کیا چیز باقی ہے۔ وہ غائب اور شاہد ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ جب بندہ اللہ تعالیٰ کے اس عظیم علم کا اقرار کر لیتا ہے تو اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت تو مُردوں کو ان کی قبروں سے دوبارہ زندہ کرنے سے زیادہ عظیم اور زیادہ جلیل ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے تیسری دلیل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنتُم مِّنْهُ تُوقِدُونَ ﴾ جب وہ سرسبز درخت سے‘ جو مکمل طور پر گیلا ہوتا ہے‘ خشک آگ نکال سکتا ہے‘ حالانکہ ان دونوں میں سخت تضاد اور تخالف ہے‘ تو وہ اسی طرح مردوں کو ان کی قبروں سے دوبارہ زندہ کر سکتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے چوتھی دلیل بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ﴾ یعنی کیا جس ہستی نے آسمانوں اور زمین کی وسعت اور عظمت کے باوجود‘ ان کو تخلیق فرمایا ﴿ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَن يَخْلُقَ مِثْلَهُم ﴾ وہ ان کو بعینہ دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ ﴿ بَلَىٰ ﴾ ’’کیوں نہیں‘‘ وہ ان کو دوبارہ وجود بخشنے پر قادر ہے‘ کیونکہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق انسان کی تخلیق سے زیادہ مشکل اور زیادہ بڑی ہے ﴿ وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ ﴾ یہ پانچویں دلیل خاص ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ پیدا کرنے والا ہے تمام مخلوقات کو، خواہ پہلے گزر چکی ہوں یا آنے والی‘ چھوٹی ہوں یا بڑی‘ سب کی سب اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور قدرت کے آثار ہیں۔ جب وہ کسی مخلوق کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کی نافرمانی نہیں کر سکتی۔ مُردوں کو دوبارہ زندگی عطا کرنا اس کی تخلیق کے آثار کا ایک حصہ ہے‘ اس لیے فرمایا: ﴿ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا ﴾ ’’بلاشبہ اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے۔‘‘ ﴿ شَيْئًا ﴾ شرط کے سیاق میں نکرہ ہے‘ اس لیے ہر چیز کو شامل ہے ﴿ أَن يَقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴾ ’’تو اس سے فرما دیتا ہے کہ ہو جا‘ تو وہ ہو جاتی ہے۔‘‘ یعنی وہ کسی رکاوٹ کے بغیر اسی وقت ہو جاتی ہے۔

﴿ فَسُبْحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ ﴾ یہ چھٹی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مالک ہے۔ عالم علوی اور عالم سفلی کی تمام چیزیں اس کی ملکیت اور اس کے غلام ہیں‘ وہ اس کے دستِ تدبیر کے تحت مسخر ہیں‘ وہ ان کے اندر اپنے احکام کونی و قدری‘ احکام شرعی اور احکام جزائی کے ذریعے سے تصرف کرتا ہے۔ ان کی موت کے بعد انھیں دوبارہ زندہ کرے گا تاکہ وہ اپنی ملکیت کامل سے ان پر اپنا حکم جزائی نافذ کرے۔ بنابریں فرمایا: ﴿ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴾ کسی شک و شبہے کے بغیر‘ تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے‘ کیونکہ قطعی اور واضح دلائل و براہین نہایت

تواتر کے ساتھ اس پر دلالت کرتے ہیں۔ نہایت ہی بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے کلام کو ہدایت' شفا اور نور بنایا۔

تفسیر سورۃ الصّٰفّٰت

سُوْرَةُ الصّٰفّٰت (٣٧) مَكِّيَّةٌ (٥٦)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

اٰيَاتُهَا ١٨٢
رُكُوْعَاتُهَا ٥

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ① فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ② فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ③ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ④

قسم ہے صف بنانے والے (فرشتوں) کی قطار باندھ کر ○ پھر ڈانٹنے والوں کی جھڑک کر ○ پھر قرآن پڑھنے والوں کی ○ بلاشبہ تمہارا معبود البتہ ایک ہے ○

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ⑤ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا

(وہی ہے) رب آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان میں ہے اور رب (تمام) مشرقوں کا ○ بیشک ہم نے زینت دی آسمان دنیا کو

بِزِيْنَةِ ِۨ الْكَوَاكِبِ ⑥ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ⑦ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ

ایک آرائش (یعنی) ستاروں سے ○ اور حفاظت کے لیے ہر شیطان سرکش سے ○ (تاکہ) نہ سن پائیں وہ (باتیں) عالم

الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ⑧ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ⑨ اِلَّا مَنْ

بالا کی اور پھینکے جاتے ہیں (شہاب ان پر) ہر جانب سے ○ (ان کو) بھگانے کے لیے اور ان کے لیے عذاب ہے ہمیشہ رہنے والا ○ مگر جو

خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ⑩ فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ

اچک لے (شیطان) جھٹ تو پیچھے لگتا ہے اس کے ستارہ چمکتا ہوا ○ پس پوچھیے ان سے' کیا وہ زیادہ سخت ہیں پیدائش میں یا

مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ⑪

وہ جن کو پیدا کیا ہم نے؟ بے شک پیدا کیا ہم نے ان (انسانوں) کو چپکتی مٹی سے ○

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اپنی الوہیت و ربوبیت پر مکرم فرشتوں کی قسم ہے' اس حال میں کہ وہ اس کی عبادات میں مشغول اور اس کے حکم سے کائنات کی تدبیر میں مصروف ہیں، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ﴾ ''قسم ہے صف باندھنے والوں کی'' یعنی اپنے رب کی خدمت میں اور اس سے مراد فرشتے ہیں ﴿ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ﴾ ''پھر ڈانٹنے والوں کی جھڑک کر۔'' یہ وہ فرشتے ہیں جو اللہ کے حکم سے بادلوں وغیرہ کو ڈانٹتے ہیں۔ ﴿ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ﴾ ''پھر ذکر اللہ کی تلاوت کرنے والوں کی۔'' اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے کلام کی تلاوت کرتے ہیں۔ چونکہ یہ فرشتے اپنے رب کی الوہیت کا اظہار کرتے ہیں' اس کی عبودیت میں مشغول رہتے ہیں اور ایک لمحے کے لیے اس کی نافرمانی نہیں کرتے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت پر ان کی قسم کھائی ہے۔

﴿ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ﴾ ''یقیناً تم سب کا معبود ایک ہی ہے۔'' الوہیت میں اس کا کوئی شریک نہیں، اس لیے خالص اسی سے محبت کرو' صرف اسی سے ڈرو' صرف اسی کو اپنی امیدوں کا محور بناؤ اور عبادات کی تمام اقسام

صرف اسی کے لیے مختص کرو۔

﴿ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ﴾ ”جو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے، سب کا مالک ہے اور سورج کے طلوع ہونے کے مقامات کا بھی۔“ یعنی اللہ تعالیٰ ان مخلوقات کا خالق، رازق اور ان کی تدبیر کرنے والا ہے۔ پس جس طرح کوئی ہستی اس کی ربوبیت میں شریک نہیں، اسی طرح اس کی الوہیت میں بھی شریک نہیں۔ اکثر اوقات اللہ تعالیٰ نے توحید الوہیت کو توحید ربوبیت کے ساتھ مقرون بیان فرمایا ہے کیونکہ توحید ربوبیت توحید الوہیت پر دلالت کرتی ہے۔ مشرکین بھی توحید ربوبیت کا اقرار کرتے ہیں، اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ اسی چیز کو دلیل بناتا ہے جس کا وہ خود اقرار کرتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مشرق کا خاص طور پر ذکر فرمایا، کیونکہ یہ مغرب پر دلالت کرتا ہے یا اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام ستارے مشرق سے طلوع ہوتے ہیں جیسا کہ اس کا ذکر آگے آ رہا ہے، اس لیے فرمایا: ﴿ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ الْكَوَاكِبِ ○ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ○ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى ﴾ ”ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کی زینت سے آراستہ کیا اور اسے ہر سرکش شیطان سے محفوظ بنا دیا۔ وہ عالم بالا کے فرشتوں کی باتیں سن ہی نہیں سکتے۔“ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان دو عظیم فائدوں کے لیے ستاروں کا ذکر فرمایا ہے۔

(۱) آسمان کی زینت کے لیے: اگر ستارے نہ ہوتے تو آسمان میں کوئی روشنی نہ ہوتی اور آسمان میں تاریکی چھائی رہتی۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو ستاروں سے مزیّن کیا تاکہ وہ اپنے کناروں تک منور رہے اور وہ خوبصورت دکھائی دے اور بحر و برّ کی تاریکیوں میں ان کے ذریعے سے راستہ تلاش کیا جائے، نیز اس سے دیگر فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

(۲) تمام سرکش شیاطین سے حفاظت کے لیے: جو اپنی سرکشی کی بنا پر ملأ اعلیٰ کی سن گن لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ (ملأ اعلیٰ) سے مراد اللہ تعالیٰ کے مقرّب فرشتے ہیں۔

جب وہ مقرّب فرشتوں سے سن گن لینے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کو شہاب ثاقب مارے جاتے ہیں۔ ﴿ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ﴾ یعنی ہر جانب سے انھیں دھتکارا جاتا ہے اور مقرّب فرشتوں کی باتیں سننے سے ان کو دور رکھا جاتا ہے۔ ﴿ وَلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ﴾ اور اپنے رب کی اطاعت سے سرکشی کی بنا پر ان کے لیے دائمی عذاب تیار کیا گیا ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ نے استثنا نہ کیا ہوتا تو یہ آیت اس بات کی دلیل تھی کہ وہ کچھ بھی سن گن لینے پر قادر نہیں، مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ ﴾ یعنی سوائے ان سرکش شیاطین کے، جو کوئی ایک آدھ بات سن لینے اور چوری کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں ﴿ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴾ تو اپنے اولیاء تک پہنچنے سے پہلے پہلے

شہاب ثاقب انھیں جالیتا ہے اور آسمان کی خبر منقطع ہو جاتی ہے اور کبھی کبھی شہاب ثاقب کے پہنچنے سے قبل وہ اپنے اولیا کو خبر جا پہنچاتے ہیں تو وہ اس میں سو جھوٹ اپنی طرف سے شامل کرتے ہیں اور اس ایک بات کے سبب جو انھوں نے آسمان سے سنی تھی' اس جھوٹ کو رائج کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان عظیم مخلوقات کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ﴿ فَاسْتَفْتِهِمْ ﴾ اپنے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کا انکار کرنے والوں سے پوچھیے۔ ﴿ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا ﴾ ''کیا ان کا پیدا کرنا مشکل ہے۔'' یعنی ان کی موت کے بعد دوبارہ انھیں زندہ کرنا مشکل اور مشقت والا ہے ﴿ اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ﴾ یا ان مخلوقات کو وجود میں لانا مشکل ہے جن کو ہم نے تخلیق کیا۔ انھیں اقرار کرنا پڑے گا کہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق' لوگوں کی تخلیق سے زیادہ مشکل ہے۔ تب ان پر حیات بعد الموت کا اقرار لازم آئے گا بلکہ اگر وہ اپنے آپ پر غور کریں تو انھیں معلوم ہو جائے گا کہ چکنی مٹی سے ان کی تخلیق کی ابتدا' موت کے بعد ان کو دوبارہ پیدا کرنے سے زیادہ مشکل ہے، اس لیے فرمایا: ﴿ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ﴾ ''ہم نے انھیں چپکتے ہوئے گارے سے پیدا کیا۔'' یعنی طاقتور اور سخت مٹی سے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴾ ''ہم نے انسان کو سڑے ہوئے گارے کی کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا۔'' (الحجر: ١٥/٢٦)

بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ﴿١٢﴾ وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ﴿١٣﴾ وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً

بلکہ آپ نے تعجب کیا جبکہ وہ ٹھٹھا کرتے ہیں ○ اور جب وہ نصیحت کیے جاتے ہیں تو نہیں نصیحت قبول کرتے ○ اور جب دیکھتے ہیں وہ کوئی نشانی

يَّسْتَسْخِرُوْنَ ﴿١٤﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٥﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا

تو مذاق اڑاتے ہیں ○ اور وہ کہتے ہیں: نہیں ہے یہ مگر جادو صریح ○ کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی

وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿١٦﴾ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿١٧﴾ قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ﴿١٨﴾

اور ہڈیاں تو کیا ہم بیشک البتہ اٹھائے جائیں گے؟ ○ کیا ہمارے پہلے باپ دادے بھی؟ ○ کہہ دیجیے: ہاں! اور ہو گے تم ذلیل وخوار ○

فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿١٩﴾ وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ

پس وہ ہوگی ایک زور کی آواز ہی پھر یکایک وہ (زندہ ہو کر) دیکھتے ہوں گے ○ اور وہ کہیں گے: ہائے افسوس ہمارے لیے! یہ ہے دن

الدِّيْنِ ﴿٢٠﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢١﴾

جزا کا ○ یہی ہے دن فیصلے کا' وہ جو تھے تم اسے جھٹلاتے ○

ع ١ ٥

﴿ بَلْ عَجِبْتَ ﴾ اے رسول! یا' اے انسان! آپ کو ان لوگوں کی تکذیب پر تعجب ہے جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کو جھٹلاتے ہیں' حالانکہ آپ ان کو بڑی بڑی نشانیاں دکھا چکے ہیں اور ان کے سامنے واضح دلائل پیش کر چکے ہیں۔ حیات بعد الموت ایک حقیقت اور تعجب کا مقام ہے اور یہ ایسی چیز ہے جس کا انکار ممکن

نہیں۔ ﴿ وَ ﴾ ”اور“ ان کے انکار سے زیادہ تعجب والی اور بلیغ بات یہ ہے کہ ﴿ يَسْخَرُوْنَ ﴾ ”وہ تمسخر اڑاتے ہیں“ اس شخص کا جو حیات بعد الموت کی خبر لایا ہے۔ انھوں نے صرف حق کے انکار ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انھوں نے حق کے ساتھ تمسخر کا اضافہ کیا۔ ﴿ وَ ﴾ ”اور“ یہ بھی انتہائی تعجب خیز بات ہے کہ ﴿ اِذَا ذُكِّرُوْا ﴾ ”جب انھیں (اس چیز) کی یاد دہانی کرائی جاتی ہے“ جسے وہ اپنی عقل و فطرت میں پہچانتے ہیں اور ان کی توجہ اس طرف مبذول کرائی جاتی ہے ﴿ لَا يَذْكُرُوْنَ ﴾ ”تو وہ توجہ نہیں کرتے۔“ اگر یہ جہالت ہے تو یہ ان کی کند ذہنی کی سب سے بڑی دلیل ہے کیونکہ ان کو ایک ایسی چیز کی یاد دہانی کرائی گئی ہے جو ان کی فطرت میں راسخ ہے اور عقل اسے جانتی ہے اور اس میں کوئی اشکال نہیں اور اگر یہ تجاہل اور عناد کی بنا پر ہے تو یہ عجیب تر ہے۔

نیز یہ بھی تعجب خیز ہے کہ جب ان کے سامنے ایسے دلائل بیان کیے جاتے ہیں اور ایسی نشانیوں کے ذریعے سے یاد دہانی کروائی جاتی ہے جن کے سامنے بڑے بڑے عقل مند لوگوں کی گردنیں جھک جاتی ہیں تو یہ لوگ ان دلائل اور نشانیوں کا تمسخر اڑاتے ہیں اور ان پر تعجب کا اظہار کرتے ہیں۔ جب ان کے پاس حق آ گیا تو حق کے بارے میں ان کا یہ قول بھی تعجب خیز ہے: ﴿ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾ ”یہ تو محض جادو ہے“ پس انھوں نے اعلیٰ ترین اور جلیل ترین چیز کو خسیس اور حقیر ترین چیز کے مرتبے پر گردانا، نیز ان کی یہ بات بھی نہایت تعجب خیز ہے کہ انھوں نے زمین اور آسمانوں کے رب کی قدرت کو ہر لحاظ سے ناقص آدمی کی قدرت پر قیاس کر لیا‘ چنانچہ حیات بعد الموت کو بعید سمجھ کر اس کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں: ﴿ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ○ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴾ ”کیا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیوں کا پنجر بن چکے ہوں گے اس وقت ہمیں دوبارہ زندہ کر کے اٹھا کھڑا کیا جائے گا؟ کیا ہمارے پہلے آباؤ اجداد کو بھی دوبارہ زندہ کیا جائے گا؟“

جب ان کی غرض و غایت کی یہ انتہا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ وہ ان کو ایسا جواب دیں جو ان کی ترہیب پر مشتمل ہو، چنانچہ فرمایا: ﴿ قُلْ نَعَمْ ﴾ ”کہہ دیجیے: ہاں!“ تمھیں اور تمھارے آباؤ اجداد کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھا کھڑا کیا جائے گا ﴿ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ﴾ اور تم اس وقت نہایت ذلیل اور بے بس ہو گے‘ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے لیے دشوار ہو گے نہ اس کی نافرمانی کر سکو گے ﴿ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴾ ”وہ تو صرف ایک زور کی آواز ہو گی۔“ یعنی اسرافیل صور پھونکے گا ﴿ فَاِذَا هُمْ ﴾ ”تو یکایک وہ“ اپنی قبروں سے اٹھا کھڑے کیے جائیں گے ﴿ يَنْظُرُوْنَ ﴾ ”اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں گے۔“ جس طرح ابتدا میں تخلیق کیا گیا تھا‘ اسی طرح ان کو ان کے تمام اجزا سمیت‘ ننگے پاؤں‘ عریاں اور غیر مختون کھڑا کیا جائے گا۔ اس حالت میں وہ سخت ندامت کا اظہار کریں گے‘ انھیں سخت رسوائی اور خسارے کا سامنا ہو گا۔

اس وقت وہ اپنی ہلاکت اور موت کو پکاریں گے ﴿ وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴾ ”اور کہیں گے: ہائے

افسوس! یہی جزا کا دن ہے۔'' یعنی یہ اعمال کی جزا کے لیے یوم حساب ہے۔ وہ ان تمام چیزوں کا اقرار کریں گے جن کا وہ دنیا میں مذاق اڑایا کرتے تھے۔ ان سے کہا جائے گا: ﴿هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ﴾ یعنی یہ رب اور بندے کے درمیان ان کے حقوق کے بارے میں اور بندوں کے درمیان ان کے آپس کے حقوق کے بارے میں فیصلے کا دن ہے۔

اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ وَ مَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿٢٢﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

(اے فرشتو!) اکٹھا کرو ان لوگوں کو جنھوں نے ظلم کیا اور ان کے جوڑوں کو اور (ان کو) جنکی تھے وہ عبادت کرتے ○ سوائے اللہ کے

فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ﴿٢٣﴾ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ﴿٢٤﴾ مَا لَكُمْ

پس ہانک لے جاؤ ان کو جہنم کے راستے کی طرف ○ اور (ابھی) ٹھہراؤ ان کو بلاشبہ یہ باز پرس کیے جائیں گے ○ کیا ہوا تمھیں،

لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿٢٥﴾ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿٢٦﴾

نہیں تم ایک دوسرے کی مدد کرتے؟ ○ بلکہ وہ آج (سب) فرماں بردار ہیں ○

جب قیامت کے روز وہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر کیے جائیں گے اور اس چیز کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے جس کی وہ تکذیب کیا کرتے اور اس کا تمسخر اڑایا کرتے تھے، تو ان کو جہنم میں داخل کرنے کا حکم دیا جائے گا، جس کو وہ جھٹلایا کرتے تھے۔ ان کے بارے میں کہا جائے گا: ﴿اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا﴾ ''جو لوگ ظلم کرتے تھے انھیں جمع کرو۔'' یعنی جنھوں نے کفر، شرک اور معاصی کا ارتکاب کر کے اپنے آپ پر ظلم کیا ﴿وَ اَزْوَاجَهُمْ﴾ ''اور ان کے ہم جنسوں کو۔'' یعنی جن کا عمل ان کے عمل کی جنس سے ہے، ہر شخص کو اس شخص کے ساتھ شامل کر دیا جائے گا جو عمل میں اس کا ہم جنس تھا۔ ﴿وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ○ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''اور جن کی وہ اللہ کے سوا عبادت کیا کرتے تھے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن بتوں اور خود ساختہ ہمسروں کی عبادت کیا کرتے تھے اور جن کو انہوں نے معبود بنا رکھا تھا، جمع کیا جائے گا۔ کہا جائے گا کہ ان سب کو اکٹھا کرو ﴿فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ﴾ اور سختی کے ساتھ ان کو ہانک کر جہنم میں لے جاؤ۔

﴿وَ﴾ ''اور'' جب ان کو جہنم میں ڈال دیے جانے کا معاملہ متعین ہو جائے گا اور انھیں بھی معلوم ہو جائے گا کہ وہ جہنم میں جانے والوں میں شامل ہیں تو کہا جائے گا: ﴿قِفُوْهُمْ﴾ ''ان کو ٹھہراؤ!'' یعنی جہنم میں ڈالنے سے پہلے ﴿اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ﴾ وہ دنیا میں جو افترا پردازی کیا کرتے تھے اس کے بارے میں ان سے سوال کیا جائے گا تاکہ ان کا جھوٹ اور رسوائی سر عام ظاہر ہو جائے۔ ان سے کہا جائے گا: ﴿مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ﴾ یعنی آج تمھارے ساتھ کیا ہوا؟ تم پر یہ کیا مصیبت آن پڑی کہ تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کر سکتے، حالانکہ تم تو دنیا میں اس زعم باطل میں مبتلا تھے کہ تمھارے معبود تم سے عذاب کو دور کر دیں گے، تمھاری مدد کریں گے یا اللہ کے ہاں تمھاری سفارش کریں گے؟ تو گویا وہ اس سوال کا جواب نہیں دیں گے کیونکہ ان پر ذلت اور بے چارگی چھائی ہوئی ہو گی اور وہ اپنے آپ کو

جہنم کے عذاب کے حوالے کر رہے ہوں گے' وہ ڈرے ہوئے اور مایوس ہوں گے اور بول نہیں سکیں گے، اس لیے فرمایا: ﴿بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ﴾ "بلکہ وہ (سب کے سب) آج فرماں بردار بن گئے۔"

وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿٢٧﴾ قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿٢٨﴾

اور متوجہ ہوگا بعض انکا اوپر بعض کے ایک دوسرے سے پوچھیں گے ○ کہیں گے: بے شک تم تو تھے آتے ہمارے پاس دائیں طرف سے ○

قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٢٩﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا

وہ کہیں گے: بلکہ نہیں تھے تم خود ہی ایمان لانے والے ○ اور نہیں تھا ہمارا تم پر کوئی زور، بلکہ تھے تم ہی لوگ

طٰغِيْنَ ﴿٣٠﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ ۖ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ﴿٣١﴾ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ﴿٣٢﴾

سرکش ○ پس ثابت ہوگئی ہم پر بات ہمارے رب کی، بیشک ہم البتہ چکھنے والے ہیں (عذاب) ○ پس ہم نے گمراہ کیا تمھیں بلاشبہ تھے ہم گمراہ ○

فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿٣٣﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿٣٤﴾ اِنَّهُمْ

پس بے شک وہ اس دن عذاب میں مشترک ہوں گے ○ بے شک ہم اسی طرح کرتے ہیں مجرموں کے ساتھ ○ بلاشبہ

كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا

تھے وہ جب کہا جاتا ان سے کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے تو وہ تکبر کرتے ○ اور وہ کہتے: کیا بے شک ہم چھوڑ دیں گے اپنے معبودوں کو

لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴿٣٦﴾ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٣٧﴾ اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا

بوجہ (کہنے) ایک شاعر دیوانے کے ○ بلکہ وہ تو آیا ہے ساتھ حق کے اور اس نے تصدیق کی (سب) رسولوں کی ○ بیشک تم (اب) البتہ چکھو گے عذاب

الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ﴿٣٨﴾ وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٣٩﴾

بہت دردناک ○ اور نہیں بدلہ دیے جاؤ گے تم مگر (اسی کا) جو تھے تم عمل کرتے ○

جب مشرکین' ان کی مشرک بیویوں اور ان کے معبودوں کو اکٹھا کر کے جہنم کے راستوں پر ہانک دیا جائے گا' پھر ان کو روک کر ان سے سوال کیا جائے گا' مگر وہ جواب نہ دے سکیں گے تو وہ آپس میں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے خود اپنی گمراہی اور دوسروں کو گمراہ کرنے پر ایک دوسرے کو ملامت کریں گے۔ تبعین اپنے رؤسا سے کہیں گے: ﴿اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ﴾ "تم ہی ہمارے پاس دائیں طرف سے آتے تھے۔" یعنی تم نے قوت اور جبر کے ساتھ ہمیں گمراہ کیا' اگر تم نہ ہوتے تو ہم ایمان لے آتے۔ ﴿قَالُوْا﴾ سردار ان کو جواب دیں گے: ﴿بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾ "بلکہ تم خود ایمان والے نہیں تھے۔" جس طرح ہم مشرک تھے اسی طرح تم بھی شرک کرتے رہے۔ تمھیں ہم پر کون سی فضیلت حاصل ہے جو ہمیں ملامت کرنے کی موجب ہو ﴿وَ﴾ "اور" حالت یہ ہے کہ ﴿مَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ﴾ ہمیں تم سے کفر کا ارتکاب کرانے کی کوئی قوت اور اختیار حاصل نہ تھا ﴿بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ﴾ "بلکہ تم سرکش لوگ تھے" اور حدود سے تجاوز کرنے والے لوگ تھے

﴿فَحَقَّ عَلَيْنَا﴾ ”پس ہم پر واجب ہو گیا“ یعنی تم پر اور ہم پر کہ ﴿اِنَّا لَذَآىِٕقُوْنَ﴾ ”یقیناً ہم چکھیں گے“ عذاب یعنی ہم پر ہمارے رب کی قضا و قدر حق ثابت ہوئی۔ ہم اور تم سب عذاب کا مزا چکھیں گے اور سب مل کر سزا بھگتیں گے۔

بنا بریں ﴿فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ﴾ ”پس ہم نے تم کو گمراہ کیا اور ہم خود بھی گمراہ تھے۔“ یعنی ہم نے تمھیں اس راستے کی طرف بلایا جس پر ہم گامزن تھے یعنی گمراہی کے راستے کی طرف، تم نے ہماری آواز پر لبیک کہی، اس لیے تم ہمیں ملامت کا نشانہ بنانے کے بجائے اپنے آپ کو ملامت کرو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَاِنَّهُمْ يَوْمَىِٕذٍ﴾ ”پس وہ اس روز“ یعنی قیامت کے روز ﴿فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ﴾ ”عذاب میں ایک دوسرے کے شریک ہوں گے۔“ اگرچہ جرم کے مطابق، عذاب کی مقدار میں فرق ہوگا۔ وہ جہنم کا عذاب بھگتنے میں اسی طرح شریک ہوں گے جس طرح وہ دنیا میں کفر کرنے میں ایک دوسرے کے شریک تھے۔ ﴿اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ﴾ ”بے شک ہم مجرموں کو اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں۔“ پھر اس بات کا تذکرہ کیا کہ ان کے جرائم تمام حدیں پھلانگ گئے تھے، اس لیے فرمایا: ﴿اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ ”بے شک یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔“ انھیں اس کلمے کی طرف بلایا جاتا اور انھیں اللہ کے علاوہ دوسرے معبودوں کو چھوڑنے کا کہا جاتا تو ﴿يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ وہ اس دعوت اور اس کو پیش کرنے والے کے ساتھ تکبر سے پیش آتے تھے۔

﴿وَيَقُوْلُوْنَ﴾ اور اس کلمۂ حق کی مخالفت کرتے ہوئے کہتے تھے: ﴿اَىِٕنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا﴾ ”کیا ہم اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں“ جن کی ہم اور ہمارے آباؤ اجداد عبادت کرتے رہے ہیں ﴿لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ﴾ ”ایک مجنون شاعر کی وجہ سے۔“ اس سے وہ رسول اللہ ﷺ مراد لیتے تھے...... اللہ ان کا برا کرے...... انھوں نے صرف آپ ﷺ سے روگردانی اور مجرد آپ کی تکذیب ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس پر مستزاد یہ کہ انھوں نے آپ پر بدترین حکم لگایا جو سب سے بڑے ظلم پر مبنی ہے۔ انھوں نے آپ کو مجنون شاعر قرار دیا، حالانکہ انھیں خوب علم تھا کہ آپ شاعری جانتے ہیں نہ شعرا سے کوئی واسطہ رکھتے ہیں اور نہ ان کی طرح شاعری کے کبھی اوصاف بیان کیے ہیں اور انھیں یہ بھی علم ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ عقل مند اور سب سے زیادہ عظیم رائے کے حامل ہیں۔

بنا بریں اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿بَلْ جَآءَ﴾ ”بلکہ وہ آئے“ یعنی حضرت محمد ﷺ ﴿بِالْحَقِّ﴾ ”حق کے ساتھ۔“ یعنی آپ کی تشریف آوری حق ہے اور جو شریعت اور کتاب آپ لے کر آئے وہ بھی حق ہے۔ ﴿وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ اور آپ ﷺ کی تشریف آوری سے رسولوں کی تصدیق ہوتی ہے۔ اگر آپ تشریف نہ لاتے تو رسولوں کی تصدیق نہ ہوتی۔ پس آپ گزشتہ تمام انبیاء و مرسلین کا معجزہ ہیں، کیونکہ

تمام انبیاء ومرسلین نے آپ کے آنے کی بشارت دی۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد لیا کہ اگر آپ ان کے زمانے میں مبعوث ہوئے تو وہ ضرور آپ پر ایمان لائیں گے اور آپ کی مدد کریں گے اور تمام انبیاء ومرسلین نے اپنی اپنی امتوں سے بھی یہی عہد لیا۔ آپ کے ظہور کے ساتھ گزشتہ انبیاء کی صداقت ظاہر ہوگئی اور ان لوگوں کا کذب واضح ہوگیا جنھوں نے انبیاء کی مخالفت کی تھی۔ اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ آپ تشریف نہیں لائے...... درآں حالیکہ انبیاء ومرسلین آپ کی آمد کی خبر دے چکے ہیں...... تو یہ چیز انبیاء کی صداقت میں قادح ہوتی۔ آپ نے اس اعتبار سے بھی انبیاء ومرسلین کی تصدیق کی ہے کہ آپ وہی کچھ لے کر مبعوث ہوئے جس کے ساتھ دیگر انبیاء مبعوث ہوئے، آپ نے بھی اسی چیز کی طرف دعوت دی جس کی طرف دیگر انبیاء دعوت دیتے چلے آئے ہیں۔ آپ ان کی رسالت پر ایمان لائے، ان کی رسالت ونبوت اور ان کی شریعت کی صداقت کی خبر دی۔

چونکہ گزشتہ آیات میں ان کا قول: ﴿اِنَّا لَذَآىِٕقُوْنَ﴾ ’’بے شک ہم چکھیں گے۔‘‘ گزر چکا ہے اور اس قول میں صدق اور کذب دونوں کا احتمال موجود ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ایسے فیصلہ کن قول سے آگاہ فرمایا جس میں صدق اور یقین کے سوا کوئی احتمال نہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سچی خبر ہے۔ فرمایا: ﴿اِنَّكُمْ لَذَآىِٕقُوا الْعَذَابِ الْاَلِیْمِ﴾ ’’بے شک تم دردناک عذاب کا مزا چکھنے والے ہو۔‘‘ یعنی سخت دردناک عذاب۔

﴿وَمَا تُجْزَوْنَ﴾ ’’اور تمھیں جزا نہیں دی گئی۔‘‘ یعنی دردناک عذاب کا مزا چکھانے میں ﴿اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ’’مگر اسی کی جو تم کرتے تھے۔‘‘ ہم نے تم پر ظلم نہیں کیا بلکہ تمھارے ساتھ انصاف کیا ہے۔ چونکہ اس خطاب کے الفاظ عام ہیں اور مراد مشرکین ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو مستثنیٰ کرتے ہوئے فرمایا:

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۴۰﴾ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴۱﴾ فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۴۲﴾

سوائے اللہ کے بندوں کے جو چنے ہوئے ہیں ○ یہی لوگ ہیں ان کیلئے ہے رزق معلوم ○ میوے (جنت کے) اور وہ معزز ہوں گے ○

فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۴۳﴾ عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ﴿۴۴﴾ یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ ﴿۴۵﴾

باغوں میں نعمت کے ○ اوپر تختوں کے ایک دوسرے کے سامنے ○ پھرایا جائے گا ان پر (شراب کا) بھرا جام جاری چشمے سے ○

بَیْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ﴿۴۶﴾ لَا فِیْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا یُنْزَفُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَعِنْدَهُمْ

سفید لذت (والی) پینے والوں کیلئے ○ نہ ہوگا اس میں (اس سے) سر کا چکرانا اور نہ وہ اس سے مدہوش ہوں گے ○ اور انکے پاس ہوں گی

قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِیْنٌ ﴿۴۸﴾ كَاَنَّهُنَّ بَیْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۴۹﴾

نیچی نگاہ رکھنے والیاں بڑی آنکھوں والیاں ○ گویا کہ وہ (شتر مرغ کے) انڈے ہیں پردے میں چھپا کر رکھے ہوئے ○

﴿اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ﴾ ’’مگر اللہ تعالیٰ کے خالص برگزیدہ بندے‘‘ بے شک وہ دردناک عذاب کا مزا نہیں چکھیں گے کیونکہ انھوں نے اپنے اعمال کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو اپنے لیے

خالص کرلیا‘ ان کو اپنی رحمت کے لیے مختص کیا اور انھیں اپنے لطف و کرم سے نوازا ﴿ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴾ ’’یہی لوگ ہیں جن کے لیے رزقِ معلوم ہے۔‘‘ یعنی یہ غیر مجہول رزق ہوگا۔ یہ رزق بہت عظیم اور جلیل القدر ہوگا‘ جس کے معاملے سے جاہل رہا جا سکتا ہے نہ اس کی کُنہ کو پہنچا جا سکتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ فَوَاكِهُ ﴾ یعنی تمام اقسام کے پھل ہوں گے‘ جن سے نفس لذت حاصل کریں گے‘ جو اپنے رنگ اور ذائقے میں نہایت مزے دار ہوں گے ﴿ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ﴾ یعنی ان کی اہانت کی جائے گی نہ ان سے حقارت سے پیش آیا جائے گا بلکہ ان کی عزت‘ تعظیم اور توقیر کی جائے گی۔ وہ ایک دوسرے کی تکریم کریں گے‘ مکرّم فرشتے ان کی تکریم کریں گے‘ وہ جنت کے ہر دروازے سے داخل ہوں گے اور بہترین ثواب کے ذریعے سے ان کو خوش آمدید کہا جائے گا۔ سب سے معزز اور باوقار ہستی انھیں اکرام بخشے گی اور انھیں انواع و اقسام کی تکریم سے نوازے گی جس میں قلب و روح اور بدن کے لیے نعمت ہوگی ﴿ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴾ ’’نعمت کے باغوں میں‘‘ یعنی وہ جنتیں جو نعمت اور سرور سے متصف ہیں‘ کیونکہ ان جنتوں میں ایسی ایسی نعمتیں جمع ہیں جو کسی آنکھ نے دیکھی ہیں نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی بشر کے حاشیۂ خیال میں ان کا گزر ہوا ہے۔ وہ خلل انداز ہونے والے ہر قسم کے تکدّر سے سلامت ہوں گے۔

ان کے رب کے ہاں ان کی سب سے بڑی تکریم یہ ہوگی کہ وہ ایک دوسرے کا اکرام کریں گے۔ بے شک وہ ﴿ سُرُرٍ ﴾ ’’تختوں‘‘ پر ہوں گے۔ یہ بلند بیٹھنے کی جگہیں ہوں گی جو خوبصورت اور منقش کپڑوں سے آراستہ کی گئی ہوں گی‘ اہلِ ایمان راحت‘ اطمینان اور فرحت کے ساتھ وہاں تکیے لگا کر بیٹھیں گے ﴿ مُّتَقٰبِلِیْنَ ﴾ ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوں گے۔‘‘ ان کے دل ہر قسم کی کدورت سے پاک ہوں گے‘ ان کی آپس کی محبت پاک ہوگی اور وہ اس اجتماع پر آپس میں خوش ہوں گے کیونکہ چہروں کا ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہونا‘ دلوں کے ایک دوسرے کے سامنے ہونے اور ایک دوسرے کا ادب کرنے پر دلالت کرتا ہے۔ وہ ایک دوسرے سے پیٹھ پھیریں گے نہ پہلو تہی کریں گے بلکہ وہاں کامل ادب اور سرور ہوگا جس پر چہروں کا ایک دوسرے کے سامنے ہونا دلالت کرتا ہے۔

﴿ یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ ﴾ چاق چوبند اور مستعد لڑکے ان کی خدمت میں خوبصورت جاموں میں مشک کے ساتھ مہر شدہ لذیذ مشروبات لیے آ جا رہے ہوں گے‘ یہ جام‘ شراب کے ہوں گے۔ یہ شراب ہر لحاظ سے دنیا کی شراب سے مختلف ہوگی۔ اس کا رنگ ﴿ بَیْضَآءَ ﴾ ’’سفید‘‘ اور بہترین رنگ ہوگا‘ اس کے ذائقے میں ﴿ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ﴾ ’’پینے والوں کے لیے لذّت ہوگی۔‘‘ اہلِ جنت پیتے وقت اور پینے کے بعد لذّت محسوس کریں گے۔ یہ شراب ہر قسم کے بُرے اثرات سے پاک ہوگی۔ اس سے ان کی عقل خراب ہوگی نہ مال خراب ہوگا اور اس سے سر چکرائے گا نہ طبیعت مکدّر ہوگی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہلِ جنت کے مطعومات و مشروبات، ان کی مجالس، دیگر عام نعمتوں اور ان کی تفاصیل کا ذکر فرمایا جو اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿جَنّٰتِ النَّعِيْمِ﴾ کے عموم کے تحت آتی ہیں۔ ان کی تفصیل اس لیے بیان فرمائی تاکہ نفوس کو ان کا علم حاصل ہو اور ان کے اندر ان نعمتوں کا اشتیاق پیدا ہو۔ اس کے بعد ان کی بیویوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ﴾ ''اور ان کے پاس عورتیں ہوں گی جو نیچی نگاہوں والی اور موٹی آنکھوں والی ہوں گی۔'' یعنی اہلِ جنت کے پاس ان کے قریبی محلات میں خوبصورت حوریں ہوں گی، جو کامل اوصاف کی حامل اور نظریں جھکائے ہوئے ہوں گی۔ بیویاں یا تو اپنی عفت اور اپنے شوہر کے حسن و جمال اور اس کے کمال کی وجہ سے کسی اور طرف نہ دیکھیں گی...... اس لیے کہ جنت میں ان کے شوہر کے سوا ان کا کوئی اور مطلوب ہوگا نہ کسی اور میں رغبت رکھیں گی...... یا ان کے شوہروں کی نگاہیں صرف انھی پر مرتکز ہوں گی۔ یہ چیز ان کے کامل اور بے انتہا حسن و جمال پر دلالت کرتی ہے جو اس بات کی موجب ہیں کہ ان کے شوہروں کی نگاہیں انھی پر مرتکز رہیں، نیز نگاہوں کا ان پر مرکوز ہونا، نفس کے صرف انھی پر اقتصار کرنے اور ان کے ساتھ محبت پر دلالت کرتا ہے۔ آیت کریمہ میں ان دونوں معنوں کا احتمال ہے اور دونوں صحیح ہیں۔ دونوں معنی جنت میں مردوں اور عورتوں کے حسن و جمال اور ان کی ایسی باہمی محبت پر دلالت کرتے ہیں جس میں غیر کی محبت کا شائبہ نہیں ہوتا۔ یہ اہل جنت کی عفت کی دلیل ہے، نیز اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اہل جنت میں باہمی بغض اور حسد نہیں ہوگا کیونکہ اس کے تمام اسباب ختم کر دیے جائیں گے۔

﴿عِيْنٌ﴾ یعنی وہ خوبصورت آنکھوں اور خوبصورت نگاہوں والی ہوں گی ﴿كَاَنَّهُنَّ﴾ ''گویا کہ وہ'' یعنی حوریں ﴿بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ﴾ ''چھپائے ہوئے انڈے ہیں'' یہ تشبیہ ان کے حسن، ان کے رنگ کی بے انتہا خوبصورتی اور اس کی تازگی کی بنا پر دی گئی ہے، اس میں کسی قسم کی کدورت اور میلا پن نہ ہوگا۔

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ (۵۰) قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّیْ كَانَ لِیْ
پس متوجہ ہوگا بعض انکا اوپر بعض کے، ایک دوسرے سے پوچھیں گے ○ کہے گا ایک کہنے والا ان میں سے، بے شک تھا میرا ایک
قَرِيْنٌ (۵۱) يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ (۵۲) ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا
ہم نشین ○ وہ کہتا تھا: کیا بیشک ہے تو البتہ تصدیق کرنیوالوں میں سے (اس بات کی کہ) ○ کیا جب ہم مرجائیں گے اور ہو جائیں گے ہم مٹی اور ہڈیاں،
ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ (۵۳) قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ (۵۴) فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِیْ سَوَآءِ
کیا بیشک ہم البتہ بدلہ دیے جائیں گے؟ ○ وہ کہے گا: کیا تم (جہنم میں) جھانک کر دیکھو گے؟ ○ پس وہ جھانکے گا اور دیکھے گا اسے درمیان میں
الْجَحِيْمِ (۵۵) قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ (۵۶) وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّیْ لَكُنْتُ مِنَ
جہنم کے ○ وہ کہے گا: اللہ کی قسم! بلاشبہ قریب تھا تو کہ ہلاک کر ڈالتا مجھے ○ اور اگر نہ ہوتا فضل میرے رب کا تو البتہ ہوتا میں

الْمُحْضَرِيْنَ ﴿٥٧﴾ اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ﴿٥٨﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ

حاضر کیے ہوئے (مجرموں) میں ○ کیا پس نہیں ہم (اب) مرنے والے؟ ○ سوائے مرنے کے ہمارے پہلی بار اور نہ ہم

بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿٥٩﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٦٠﴾ لِمِثْلِ هٰذَا

عذاب دیئے جائیں گے؟ ○ بلاشبہ یہی ہے کامیابی بہت بڑی ○ ایسی ہی (کامیابی) کے لیے‘

فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿٦١﴾

پس چاہیے کہ عمل کریں عمل کرنے والے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو عطا کی جانے والی نعمتوں‘ کامل مسرتوں‘ ماکولات ومشروبات‘ خوبصورت بیویوں اور خوش نما مجالس کا ذکر کرنے کے بعد ان میں آپس کی بات چیت اور ایک دوسرے کو ماضی کے واقعات واحوال سنانے کا ذکر کیا، نیز یہ کہ وہ ایک دوسرے سے بات چیت کرتے رہیں گے حتیٰ کہ ان میں سے ایک شخص کہے گا: ﴿اِنِّیْ کَانَ لِیْ قَرِیْنٌ﴾ ”دنیا میں میرا ایک ساتھی تھا“ جو قیامت کا منکر تھا اور مجھے اس بات پر ملامت کیا کرتا تھا کہ میں قیامت پر ایمان رکھتا ہوں۔

اور ﴿قَالَ﴾ ”وہ کہا کرتا تھا“ مجھ سے: ﴿اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ○ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ﴾ یعنی کیا ہمیں ہمارے اعمال کی جزا وسزا دی جائے گی؟ یعنی تم اس امر محال کی کیسے تصدیق کرتے ہو جو انتہائی تعجب خیز معاملہ ہے؟ جب ہم مرنے کے بعد بکھر جائیں گے‘ مٹی ہو جائیں گے اور ہڈیوں کا پنجر بن جائیں گے‘ کیا اس وقت بھی ہمارا حساب کتاب ہوگا اور ہمیں ہمارے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا؟ صاحب جنت اپنے برادران جنت سے کہے گا ”یہ ہے میرا قصہ اور یہ ہے میرا اور میرے ساتھی کا معاملہ‘ میں ایمان پر قائم رہا اور روز قیامت کی تصدیق کرتا رہا اور وہ کفر وانکار پر جما رہا اور قیامت کو جھٹلاتا رہا‘ یہاں تک کہ موت نے ہمیں آ لیا‘ پھر اس کے بعد ہمیں زندہ کیا گیا، پھر ان نعمتوں تک پہنچا جو تم دیکھ رہے ہو جن کے بارے میں رسولوں نے خبر دی تھی اور مجھے اس میں ذرہ بھر شک نہیں کہ میرا ساتھی عذاب میں مبتلا ہے۔

﴿قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ﴾ ”کیا تم اسے دیکھنا چاہتے ہو“ تاکہ ہم اسے دیکھ لیں اور ہم جس نعمت وسرور میں ہیں اس میں اضافہ ہو اور یہ آنکھوں دیکھی حقیقت بن جائے۔ اہل جنت کے احوال‘ ان کے ایک دوسرے سے خوش ہونے اور ایک دوسرے کی موافقت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس کی دعوت کو قبول کر لیں گے اور وہ اس کے ساتھ اس کے کافر ہم نشین کا حال دیکھنے جائیں گے ﴿فَاطَّلَعَ﴾ یعنی وہ اپنے ساتھی اور ہم نشین کو دیکھے گا ﴿فِیْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ﴾ جہنم کے عین وسط میں اور عذاب نے اس کو گھیر رکھا ہوگا ﴿قَالَ﴾ یعنی یہ صاحب جنت اس کافر ہم نشین کو ملامت اور اللہ کا شکر کرتے ہوئے کہ اس نے اسے اس کافر کے فریب سے بچایا...... کہے گا: ﴿تَاللّٰهِ اِنْ

كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ﴾ اللہ کی قسم! تو نے تو مجھے اپنے مزعومہ شبہات کا شکار کر کے ہلاک ہی کر ڈالا تھا ﴿ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ ﴾ ”اور اگر میرے رب نے اسلام پر ثابت قدمی کی نعمت سے نہ نوازا ہوتا ﴿ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴾ ”تو میں بھی (تمھارے ساتھ عذاب میں) حاضر کیے گئے لوگوں میں سے ہوتا۔“

﴿ اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ○ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴾ ”کیا ہم (آئندہ بھی) نہیں مریں گے؟ ہاں (جو) پہلی بار مرنا تھا (سو ہم مر چکے) اور ہمیں عذاب بھی نہیں ہوگا۔“ یعنی مومن اس کافر سے نعمت کے بارے میں جو خلود جنت اور جہنم کے عذاب سے نجات کی صورت میں حاصل ہوئی ہے، پوچھے گا۔ یہ استفہام اثبات اور تقریر کے معنی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴾ میں معمول کا حذف ہونا اور مقام کا مقام لذت وسرور ہونا دلالت کرتا ہے کہ وہ ہر اس چیز کے بارے میں ایک دوسرے سے پوچھیں گے جس کے ذکر سے انھیں لذت حاصل ہوتی ہے اور ان مسائل کے بارے میں سوال کریں گے جن میں نزاع اور اشکال واقع ہوا ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ اہل علم کو علمی مسائل میں ایک دوسرے سے سوال کر کے تحقیق و بحث کے ذریعے سے جو لذت حاصل ہوتی ہے، وہ اس لذت پر فوقیت رکھتی ہے جو دنیاوی باتوں سے حاصل ہوتی ہے، اس لیے ان کو بحث و تحقیق کے ان مسائل سے بہرۂ وافر نصیب ہوگا اور جنت میں ان پر ایسے ایسے حقائق کا انکشاف ہوگا جن کی تعبیر ممکن نہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنت کی نعمتوں کا ذکر کرنے اور ان کو متذکرہ بالا اوصاف سے موصوف کرنے کے بعد، ان کی مدح فرمائی ہے اور اہل عمل میں اس جنت کا شوق ابھارا اور اس کے حصول کے لیے ان کو عمل پر آمادہ کیا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ ”بے شک یہ البتہ بہت بڑی کامیابی ہے۔“ جس کے ذریعے سے ہر وہ بھلائی حاصل ہوتی ہے جسے نفوس چاہتے ہیں اور ہر وہ چیز دور ہوتی ہے جس کو نفوس ناپسند کرتے ہیں۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی اور کامیابی مطلوب ہو سکتی ہے؟ یا یہ سب سے بڑا مطلوب و مقصود ہے جہاں ربِ ارض وسما کی رضا نازل ہوتی ہے، جہاں اہل ایمان اس کے قرب سے فرحت، اس کی معرفت سے لذت، اس کے دیدار سے مسرت اور اس سے ہم کلام ہو کر طرب وراحت حاصل کریں گے۔

﴿ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴾ ”ایسی ہی کامیابی کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے۔“ یہی مطلوب و مقصود سب سے زیادہ مستحق ہے کہ اس کے لیے زندگی کے بہترین سانس صرف کیے جائیں اور سب سے زیادہ اس لائق ہے کہ عقل مند اصحاب معرفت اس کے لیے جدوجہد کریں۔ نہایت افسوس اور حسرت کا مقام ہے کہ دور اندیش آدمی کے اوقات میں کوئی ایسا وقت گزرے جس میں وہ ایسے عمل میں مشغول نہ ہو جو اسے اس منزل مقصود تک پہنچاتا ہے، تب اس کا کیا حال ہے جو اپنے گناہوں کے ذریعے سے ہلاکت کے گڑھے میں گرتا ہے۔

أَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا أَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ (٦٢) إِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِينَ (٦٣) إِنَّهَا
کیا یہ بہتر ہے مہمانی یا درخت تھوہر کا؟ ○ بلاشبہ بنایا ہم نے اسے فتنہ واسطے ظالموں کے ○ بے شک وہ
شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ (٦٤) طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُءُوسُ الشَّيٰطِينِ (٦٥) فَإِنَّهُمْ
ایک درخت ہے، جو نکلتا (اگتا) ہے گہرائی میں دوزخ کی ○ اس کا پھل گویا کہ وہ سر ہیں شیطانوں کے ○ پس بلاشبہ وہ
لَاٰكِلُونَ مِنْهَا فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ (٦٦) ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا
البتہ کھائیں گے اس میں سے، پھر بھر لیں گے اس سے (اپنے) پیٹ ○ پھر بے شک ان کے لیے اوپر اس کے البتہ ملونی ہوگی
مِّنْ حَمِيمٍ (٦٧) ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَإِلَى الْجَحِيمِ (٦٨) إِنَّهُمْ أَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّينَ (٦٩)
گرم (کھولتے ہوئے) پانی کی ○ پھر بے شک لوٹنا انکا ہوگا البتہ طرف جہنم کی ○ بلاشبہ انہوں نے پایا اپنے باپ دادوں کو گمراہ ○
فَهُمْ عَلٰىٓ اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُونَ (٧٠) وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ أَكْثَرُ الْأَوَّلِينَ (٧١) وَلَقَدْ
پس وہ انکے قدموں کے نشانات پر دوڑتے جاتے ہیں ○ اور البتہ تحقیق گمراہ ہوئے ان سے پہلے بہت سے اگلے لوگ ○ اور البتہ تحقیق
أَرْسَلْنَا فِيهِم مُّنذِرِينَ (٧٢) فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عٰقِبَةُ الْمُنذَرِينَ (٧٣)
بھیجے ہم نے ان میں ڈرانے والے ○ پس دیکھو! کیسا ہوا انجام ان کا جن کو ڈرایا گیا ○
إِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِينَ (٧٤)
سوائے (ان کے جو) بندے ہیں اللہ کے خالص کیے (چنے) ہوئے ○

﴿ أَذٰلِكَ خَيْرٌ ﴾ اہل جنت کو عطا کی جانے والی نعمتیں بہتر ہیں جن کا ہم نے وصف بیان کیا ہے، یا جہنم میں دیے جانے والے عذاب کی وہ تمام اصناف؟ کون سا کھانا اچھا ہے؟ جنت میں جس کھانے کا ذکر کیا گیا ہے وہ بہتر ہے ﴿ أَمْ ﴾ "یا" جہنمیوں کا کھانا؟ اور وہ ﴿ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ ○ إِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً ﴾ "زقوم کا درخت ہے ہم نے اسے "فتنہ" بنا رکھا ہے" یعنی عذاب اور سزا ﴿ لِّلظّٰلِمِينَ ﴾ "واسطے ظالموں کے۔" یعنی جنھوں نے کفر اور معاصی کا ارتکاب کر کے اپنے آپ پر ظلم کیا ﴿ إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ ﴾ "بے شک وہ ایک درخت ہے کہ جہنم کی جڑ سے نکلتا ہے۔" جہنم کا عین وسط اس کا مخرج ہے اور اس کے نکلنے کی جگہ بدترین جگہ ہے۔ پودا اگنے کی بدترین جگہ پودے کی خساست اور اس کے بدترین اوصاف پر دلالت کرتی ہے، بنا بریں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس جگہ کا ذکر کر کے جہاں یہ پودا اگتا ہے اور اس کے پھل کا وصف بیان کر کے ہمیں اس کی برائی سے آگاہ فرمایا ہے۔ بے شک اس کا پھل ﴿ رُءُوسُ الشَّيٰطِينِ ﴾ "شیطانوں کے سر" کے مانند ہے۔ پس اس کے ذائقے کے بارے میں مت پوچھ کہ یہ جہنمیوں کے پیٹ میں جا کر کیا کرے گا۔ وہ اس سے بچ سکیں گے نہ جان چھڑا سکیں گے، اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَإِنَّهُمْ لَاٰكِلُونَ مِنْهَا فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ﴾ "پس وہ اسی سے

کھائیں گے اور اسی سے پیٹ بھریں گے۔" یہ اہل جہنم کا کھانا ہے اور کتنا بدترین کھانا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے مشروب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا﴾ "پھر بلاشبہ ان کے لیے ہوگا اس کے بعد" یعنی اس بدترین کھانے کے بعد ﴿لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ﴾ گرم پانی' جس کی حرارت انتہا کو پہنچی ہوئی ہو گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا﴾ (الکہف: ۲۹/۱۸) "اور اگر وہ پانی طلب کریں گے تو ان کو ایسا پانی پلایا جائے گا جو تلچھٹ جیسا ہوگا جو ان کے منہ کو بھون کر رکھ دے گا۔ یہ بدترین مشروب اور نہایت بری آرام گاہ ہے۔" اور جیسا کہ فرمایا: ﴿وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ﴾ (محمد: ۱۵/۴۷) "اور ان کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کی انتڑیوں کو کاٹ ڈالے گا۔" ﴿ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ﴾ "پھر ان کا لوٹنا" یعنی ان کی منزل اور ٹھکانا ﴿لَاِلَى الْجَحِيْمِ﴾ "جہنم کی طرف ہوگا" تاکہ وہ اس کے شدید عذاب اور سخت ترین حرارت کا مزا چکھیں جس سے بڑھ کر کوئی بدبختی نہیں۔

گویا یہ کہا گیا کہ کس چیز نے ان لوگوں کو جہنم میں پہنچایا؟ تو فرمایا: ﴿اِنَّهُمْ اَلْفَوْا﴾ یعنی انھوں نے پایا ﴿اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ۝ فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ﴾ "اپنے باپ دادا کو بہکا ہوا' پس وہ انھی کے پیچھے دوڑے چلے جاتے ہیں۔" یعنی گمراہی میں تیزی سے دوڑے چلے جا رہے تھے۔ انھوں نے اس طرف التفات نہ کیا جس طرف انبیاء و مرسلین نے ان کو بلایا' نہ انھوں نے اس چیز کی طرف توجہ کی جس سے کتب الٰہیہ نے ان کو ڈرایا اور نہ انھوں نے خیر خواہی کرنے والوں کی خیر خواہی کو درخور اعتنا سمجھا بلکہ اس کے برعکس انھوں نے یہ کہتے ہوئے ان کی مخالفت کی: ﴿اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ﴾ (الزخرف: ۲۳/۴۳) "بے شک ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا اور ہم انھی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔" ﴿وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ﴾ "اور ان سے پیشتر بھی گمراہ ہو گئے" یعنی ان مخاطبین سے پہلے ﴿اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ "بہت سے پہلے" یعنی ان میں سے بہت کم لوگ تھے جو ایمان لائے اور انھوں نے راہ راست اختیار کی ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ﴾ "اور ہم نے ان میں متنبہ کرنے والے بھیجے۔" جو ان کو ان کی بے راہ روی اور گمراہی سے ڈراتے تھے ﴿فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ﴾ "پس دیکھ لو کہ جن کو متنبہ کیا گیا تھا ان کا انجام کیا ہوا؟" ان کا انجام ہلاکت' رسوائی اور فضیحت کے سوا کچھ نہ تھا۔

اس لیے ان مشرکین کو اپنی گمراہی پر جمے رہنے سے بچنا چاہیے' ورنہ انھیں بھی اس عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا جس کا سامنا ان لوگوں کو کرنا پڑا۔ چونکہ جن لوگوں کو ڈرایا گیا تھا' وہ سب کے سب گمراہ نہ تھے' ان میں کچھ ایسے بھی تھے جو اہل ایمان تھے' جن کا دین اللہ تعالیٰ کے لیے خالص تھا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو عذاب اور ہلاکت سے مستثنیٰ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ﴾ "سوائے اللہ کے برگزیدہ بندوں کے" یعنی جن کو

اللہ تعالیٰ نے اخلاص کا حامل بنایا اور ان کو ان کے اخلاص کے سبب سے اپنی رحمت کے لیے مختص کیا۔ تب ان کا انجام قابل ستائش ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جھٹلانے والی قوموں کے انجام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ (٧٥) وَ نَجَّيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ (٧٦)
اور البتہ تحقیق پکارا ہمیں نوح نے پس البتہ خوب قبول کرنے والے ہیں (ہم فریاد کو) ○ اور نجات دی ہم نے اسکو اور اسکے اہل کو بہت بڑی پریشانی سے ○
وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ (٧٧) وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ (٧٨) سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ
اور کر دیا ہم نے اس کی اولاد کو انہی کو باقی رہنے والا ○ اور چھوڑا ہم نے اس پر پیچھے آنے والوں میں ○ کہ سلام ہو نوح پر
فِي الْعٰلَمِيْنَ (٧٩) اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (٨٠) اِنَّهٗ
جہانوں میں ○ بلاشبہ ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو ○ بے شک وہ تھا
مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ (٨١) ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ (٨٢)
ہمارے مومن بندوں میں سے ○ پھر غرق کر دیا ہم نے دوسروں کو ○

اللہ تعالیٰ اپنے بندے اور اوّلین رسول، حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں آگاہ کرتا ہے کہ وہ ایک طویل عرصے تک اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے رہے، مگر ان کی دعوت نے اس سے زیادہ کچھ نہ کیا کہ لوگ اس دعوت سے دور بھاگتے رہے۔ تب حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارتے ہوئے دعا کی: ﴿رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا﴾ (نوح: ٢٦/٧١) ”اے میرے رب! زمین پر کوئی کافر بستا نہ چھوڑ۔“ اور فرمایا: ﴿رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ﴾ (المؤمنون: ٢٦/٣٣) ”اے میرے رب! ان کے جھٹلانے پر تو میری مدد فرما۔“

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور اپنی مدح و ثنا بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ﴾ ہم پکارنے والے کی پکار اور اس کی آہ وزاری کو سنتے ہیں اور خوب جواب دیتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی۔ یہ قبولیت نوح علیہ السلام کی درخواست سے مطابقت رکھتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام اور آپ کے گھر والوں کو اس کرب عظیم سے نجات دی اور تمام کفار کو سیلاب میں غرق کر دیا۔ آپ کی نسل اور اولاد کو تسلسل سے باقی رکھا، چنانچہ تمام انسان حضرت نوح علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے آپ کو دائمی ثنائے حسن سے سرفراز فرمایا، کیونکہ آپ نے نہایت احسن طریقے سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور مخلوق کے ساتھ احسان کیا اور محسنین کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی یہی سنت ہے۔ اللہ تعالیٰ محسنین کے احسان کے مطابق دنیا میں ان کی ثنائے حسن کو پھیلاتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد: ﴿اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ”بلاشبہ وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔“ دلالت کرتا ہے کہ ایمان بندوں کے لیے بلند ترین

منزل ہے، جو تمام شرائع اور اس کے اصول وفروع پر مشتمل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کی، ان کے
ایمان کی بنا پر مدح وثنا کی ہے۔

وقف لازم

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ (۸۳) اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (۸۴) اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ
اور بیشک اسی (نوح) کے گروہ سے البتہ ابراہیم تھا○ جب کہ آیا وہ اپنے رب کے پاس پاک صاف دل کے ساتھ○ جب کہا اس نے اپنے باپ
وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ (۸۵) اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ (۸۶) فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ
اور اپنی قوم سے: کس چیز کی تم عبادت کرتے ہو؟○ کیا جھوٹے گھڑے ہوئے معبودوں کو سوائے اللہ کے تم چاہتے ہو؟○ پس کیا خیال ہے تمہارا جہانوں کے
الْعٰلَمِيْنَ (۸۷) فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ (۸۸) فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ (۸۹) فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ (۹۰)
رب کی نسبت؟○ پس اس نے دیکھا ایک نظر دیکھنا ستاروں کی طرف○ پھر کہا: بیشک میں تو بیمار ہوں○ پس وہ واپس پھرے اس سے پیٹھ پھیرتے ہوئے○
فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ (۹۱) مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ (۹۲) فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا
پس وہ متوجہ ہوا طرف انکے معبودوں کی اور کہا: کیا نہیں تم کھاتے؟○ کیا ہے تمہیں، نہیں تم بولتے؟○ پس متوجہ ہوا ان پر مارتا ہوا
بِالْيَمِيْنِ (۹۳) فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ (۹۴) قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ (۹۵) وَاللّٰهُ
دائیں ہاتھ سے○ پس وہ آئے اس کی طرف دوڑتے ہوئے○ اس نے کہا: کیا تم عبادت کرتے ہو انکی جن کو تم خود تراشتے ہو○ حالانکہ اللہ
خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ (۹۶) قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ (۹۷) فَاَرَادُوْا بِهٖ
نے پیدا کیا تم کو اور جو تم کرتے ہو○ انہوں نے کہا: بناؤ اس کیلئے ایک مکان (آگ جلاؤ) اور ڈالو اس کو آگ میں○ پس ارادہ کیا انہوں نے اس کیساتھ
كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ (۹۸) وَقَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ (۹۹) رَبِّ
ایک چال کا، سو کر دیا ہم نے انکو نیچا○ اور کہا اس نے: بیشک میں جانے والا ہوں طرف اپنے رب کی، یقیناً وہ میری رہنمائی کرے گا○ اے میرے رب!
هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ (۱۰۰) فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ (۱۰۱) فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ
عطا فرما مجھے (لڑکا) صالحین میں سے○ پس خوشخبری دی ہم نے اسکو ایک لڑکے بردبار کی○ پس جب پہنچ گیا وہ اسکے ساتھ دوڑنے (کی عمر) کو
قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰٓاَبَتِ
اس نے کہا: اے میرے پیارے بیٹے! بیشک میں دیکھتا ہوں خواب میں کہ میں ذبح کر رہا ہوں تجھے، پس دیکھ تو، کیا دیکھتا ہے؟ بیٹے نے کہا ابا جان!
افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ (۱۰۲) فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ
کر گزریے جو آپ کو حکم دیا گیا ہے، یقیناً آپ پائیں گے مجھے اگر چاہا اللہ نے صبر کرنیوالوں میں سے○ پس جب دونوں مطیع ہو گئے اور اس نے لٹا دیا اسکو
لِلْجَبِيْنِ (۱۰۳) وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ (۱۰۴) قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ
کروٹ کے بل○ اور پکارا ہم نے اسے: اے ابراہیم!○ تحقیق سچ کر دکھایا تو نے (اپنا) خواب، بیشک ہم اسی طرح
نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (۱۰۵) اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ (۱۰۶) وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ
بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو○ بلاشبہ یہ البتہ وہی ہے آزمائش صریح○ اور بدلے میں دیا ہم نے اس (اسماعیل) کے ذبح کرنے کو

عَظِيْمٍ ﴿١٠٧﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿١٠٨﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿١٠٩﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِي

عظیم القدر (جانور) ○ اور چھوڑا ہم نے اوپر اس کے پچھلے لوگوں میں ○ کہ سلام ہو اوپر ابراہیم کے ○ اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ہم

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١١٠﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١١﴾ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا

نیکی کرنیوالوں کو ○ بیشک وہ (تھا) ہمارے مومن بندوں میں سے ○ اور خوشخبری دی ہم نے اسکو اسحٰق (بیٹے) کی، اس حال میں کہ وہ نبی ہوگا (اور)

مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١١٢﴾ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ۭ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ

صالحین میں سے ○ اور برکت (نازل) کی ہم نے اوپر اس کے اور اوپر اسحاق کے، اور ان دونوں کی اولاد میں سے کوئی نیکی کرنے والا ہے

وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ﴿١١٣﴾

اور کوئی ظلم کرنے والا ہے اپنے نفس پر، کھلم کھلا ○

یعنی نوح علیہ السلام اور ان لوگوں کے گروہ میں، جو نبوت و رسالت، دعوت الی اللہ اور قبولیت دعا میں آپ کے طریقے پر ہیں، ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام بھی شامل ہیں ﴿اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ﴾ ''جب کہ وہ اپنے رب کے ہاں صاف دل لے کر آئے'' شرک، شبہات و شہوات سے جو تصور حق اور اس پر عمل کرنے سے مانع ہیں۔ جب بندۂ مومن کا قلب ہر برائی سے پاک اور سلامت ہوگا، تو اسے ہر قسم کی بھلائی حاصل ہوگی۔ بندۂ مومن کا سلیم القلب ہونا یہ ہے کہ اس کا دل مخلوق کو دھوکہ دینے، ان سے حسد کرنے اور اس قسم کے دیگر بُرے اخلاق سے سلامت اور محفوظ رہے۔

اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے محض اللہ کے لیے مخلوق کی خیر خواہی کی اور اپنے باپ اور اپنی قوم سے اس کی ابتدا کی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ﴾ ''جب انھوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ تم کن چیزوں کو پوجتے ہو؟'' یہ استفہام انکاری ہے اور مقصد ان پر حجت قائم کرنا ہے ﴿اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ﴾ یعنی کیا تم اللہ تعالیٰ کے سوا جھوٹے معبودوں کی عبادت کرتے ہو، جو معبود ہیں نہ عبادت کے مستحق ہیں۔ رب کائنات کے بارے میں تمھارا کیا گمان ہے کہ جب تم اس کے ساتھ دوسروں کی عبادت کرتے ہو، تو وہ تمھارے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟ یہ تمھارے اپنے شرک پر قائم رہنے کی وجہ سے سزا کی وعید ہے۔ بھلا رب العالمین کے بارے میں تمھیں کسی نقص کا گمان ہے کہ تم نے اس کے ہمسر اور شریک بنا ڈالے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے بتوں کو توڑنے کا ارادہ فرمایا، چنانچہ جب وہ اپنی کسی عید کے لیے باہر نکلے تو ان مشرکین کی غفلت کی بنا پر ابراہیم علیہ السلام کو اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کا موقع ہاتھ آ گیا۔ آپ بھی ان کے ساتھ باہر نکلے ﴿فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ○ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ﴾ ''تب انہوں نے ستاروں کی طرف ایک نظر کی اور کہا میں تو بیمار ہوں۔'' صحیح حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کبھی

جھوٹ نہیں بولا، سوائے تین موقعوں کے، ایک موقع پر فرمایا: ﴿ اِنِّیْ سَقِیْمٌ ﴾ ’’میں بیمار ہوں‘‘ دوسرے موقع پر فرمایا: ﴿ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا ﴾ ’’بلکہ بتوں کے ساتھ یہ سلوک ان کے بڑے نے کیا ہے۔‘‘ اور تیسرے موقع پر اپنی بیوی کے بارے میں فرمایا: ’’یہ میری بہن ہے۔‘‘ ①

ابراہیم علیہ السلام کا مقصد یہ تھا کہ وہ پیچھے رہ کر ان کے خود ساختہ معبودوں کو توڑنے کے منصوبے کی تکمیل کریں گے ﴿ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ﴾ ’’تو وہ ان سے پیٹھ پھیر کر لوٹ گئے۔‘‘ پس ابراہیم علیہ السلام کو موقع مل گیا ﴿ فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ ﴾ یعنی ابراہیم علیہ السلام جلدی سے اور چپکے سے ان کے معبودوں یعنی بتوں کے پاس گئے ﴿ فَقَالَ ﴾ اور تمسخر کے ساتھ ان سے کہا: ﴿ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴾ ’’تم کھاتے کیوں نہیں؟ تمھیں کیا ہوا؟ تم بولتے کیوں نہیں؟‘‘ وہ ہستی عبادت کے لائق کیسے ہو سکتی ہے جو حیوانات سے بھی کم تر ہو، حیوانات تو کھا پی اور بول بھی لیتے ہیں، یہ تو پتھر ہیں، کھا پی سکتے ہیں نہ بول سکتے ہیں۔

﴿ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًۢا بِالْيَمِيْنِ ﴾ ’’پھر ان کو اپنے ہاتھ سے مارنا شروع کیا۔‘‘ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نہایت قوت ونشاط کے ساتھ ان بتوں کو توڑنا شروع کیا، حتیٰ کہ تمام بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، سوائے ان میں سے ایک بڑے بت کے، شاید کہ وہ اس کی طرف رجوع کریں۔

﴿ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ﴾ یعنی وہ لوگ بھاگے بھاگے آپ کے پاس آئے تاکہ آپ کو اس حرکت کا مزا چکھائیں۔ تحقیق کے بعد کہنے لگے: ﴿ مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (الانبیاء: ٢١/٥٩) ’’ہمارے ان معبودوں کے ساتھ یہ معاملہ کس نے کیا ہے؟ وہ کوئی بڑا ہی ظالم شخص ہے۔‘‘ ان سے کہا گیا: ﴿ سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ﴾ (الانبیاء: ٢١/٦٠) ’’ایک نوجوان کو، جس کا نام ابراہیم ہے، ان کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا ہے۔‘‘ وہ کہتا تھا: ﴿ تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴾ (الانبیاء: ٢١/٥٧) ’’اللہ کی قسم! میں تمھاری عدم موجودگی میں، تمھارے بتوں کی خوب خبر لوں گا۔‘‘ چنانچہ انھوں نے ابراہیم علیہ السلام کو زجر و توبیخ اور ملامت کی۔ آپ نے فرمایا: ﴿ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ۝ فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ۝ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ﴾ (الانبیاء: ٢١/٦٣-٦٦) ’’بلکہ یہ سب کچھ ان کے اس بڑے بت نے کیا ہے، اگر یہ بول سکتے ہیں تو انھی سے پوچھ لو۔ انھوں نے اپنے دل میں غور کیا اور بولے: بے شک تم ظالم ہو، پھر وہ پلٹ گئے اور کہنے لگے: تو اچھی طرح

---

① صحیح البخاری، أحادیث الأنبیاء، باب واتخذ الله إبراهیم خلیلا.........، ح: ٣٣٥٨، وصحیح مسلم، الفضائل، باب فی فضائل إبراهیم خلیل علیہ السلام، ح: ٢٣٧١۔

جانتا ہے کہ یہ بولتے نہیں۔ ابراہیم نے کہا: تب کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ان ہستیوں کی عبادت کرتے ہو جو کچھ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان؟"

﴿قَالَ﴾ اس مقام پر ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ﴿اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ﴾ یعنی کیا تم انھیں پوجتے ہو جنھیں تم خود اپنے ہاتھوں سے بناتے اور تراشتے ہو؟ تم ان چیزوں کو کیسے پوجتے ہو جن کو تم نے خود اپنے ہاتھوں سے گھڑا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کو چھوڑ دیتے ہو؟ جس نے ﴿خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا﴾ "تم کو اور جو تم کرتے ہو اس کو پیدا کیا۔ انھوں نے کہا: اس کے لیے ایک عمارت بناؤ۔" یعنی اس کے لیے ایک بلند جگہ بناؤ اور وہاں آگ بھڑکاؤ ﴿فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ﴾ "اور اسے اس الاؤ میں پھینک دو۔" یہ ہمارے معبودوں کو توڑنے کی سزا ہے۔ ﴿فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا﴾ انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بدترین طریقے سے قتل کرنے کا منصوبہ بنایا ﴿فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ﴾ "تو ہم نے انھی کو نیچا دکھا دیا۔" اللہ تعالیٰ نے ان کی سازش کو ناکام بنا دیا اور آگ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے سلامتی کے ساتھ ٹھنڈا کر دیا۔

﴿وَ﴾ "اور" جب انھوں نے ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ یہ سلوک کیا اور ابراہیم علیہ السلام نے ان پر حجت قائم کر کے ان کا عذر دور کر دیا تو ﴿وَقَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ﴾ "فرمایا کہ میں تو اپنے رب کے پاس جانے والا ہوں۔" یعنی میں اپنے رب کی طرف ہجرت کر کے بابرکت زمین، یعنی سرزمین شام کی طرف جانے والا ہوں۔ ﴿سَيَهْدِيْنِ﴾ وہ میری اس چیز کی طرف راہنمائی فرمائے گا، جس میں میرے لیے دین و دنیا کی بھلائی ہو۔ ایک اور آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا﴾ (مریم: ٤٨/١٩) "میں تم لوگوں سے علیحدہ ہوتا ہوں اور ان ہستیوں سے بھی، جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اور اپنے رب کو پکاروں گا۔ ہو سکتا ہے کہ میں اپنے رب کو پکار کر نامراد نہ ہوں۔"

﴿رَبِّ هَبْ لِيْ﴾ "اے میرے رب مجھے عطا کر" بیٹا جو ﴿مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ "نیک لوگوں میں سے ہو" آپ نے یہ دعا اس وقت فرمائی جب آپ کو اپنی قوم سے بھلائی کی کوئی امید نہ رہی اور آپ اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ایک نیک لڑکا عطا کرے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کی زندگی اور آپ کی وفات کے بعد کوئی فائدہ دے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ﴾ "تو ہم نے اسے ایک بردبار بچے کی بشارت دی۔" بلاشک اس سے مراد اسماعیل علیہ السلام ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس بشارت کے بعد ہی اسحاق علیہ السلام کی بشارت بھی دی ہے نیز اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر اسحاق علیہ السلام کے بارے میں اس طرح خوش خبری سنائی ہے: ﴿فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ﴾ (ھود: ٧١/١١) "ہم نے اسے اسحاق کی خوش خبری دی اور اسحاق کے بعد یعقوب

کی۔'' یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسحاق علیہ السلام ذبیح نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کو حلم سے موصوف کیا ہے' جو صبر' حسن خلق' وسیع القلبی اور قصور واروں سے عفوودرگزر کو متضمن ہے۔

﴿فَلَمَّا بَلَغَ﴾ ''پس جب پہنچا'' لڑکا ﴿مَعَهُ السَّعْیَ﴾ یعنی حضرت ابراہیم کے ساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچ گیا اور اس کی اتنی عمر ہوگئی' جب وہ غالب طور پر اپنے والدین کو بہت محبوب ہوتا ہے' اس کی دیکھ بھال کی مشقت کم اور اس کی منفعت شروع ہو چکی ہوتی ہے تو آپ نے اس سے کہا: ﴿اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ﴾ یعنی میں نے خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ مجھے حکم دے رہا ہے کہ میں تجھے ذبح کروں اور انبیاء کا خواب وحی ہوتا ہے۔ ﴿فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی﴾ ''پس تم سوچو کہ تمھارا کیا خیال ہے؟'' کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا نفاذ لازمی امر ہے۔

﴿قَالَ﴾ اسماعیل علیہ السلام نے اپنے باپ کی اطاعت' ثواب کی امید کرتے ہوئے نہایت صبر کے ساتھ اپنے رب کی رضا پر راضی ہو کر کہا: ﴿یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ﴾ ابا جان! اللہ تعالیٰ نے آپ کو جس کام کا حکم دیا ہے اسے کر گزریے ﴿سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ﴾ ''اگر اللہ نے چاہا تو عنقریب آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔'' حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے والد محترم کو آگاہ کیا کہ وہ اپنے نفس کو صبر پر مجبور کریں گے اور اسے اللہ تعالیٰ کی مشیت سے مقرون کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر کوئی چیز وجود میں نہیں آسکتی۔

﴿فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا﴾ جب حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کی اطاعت میں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اپنے جگر گوشے کو ذبح کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور بیٹے نے اپنے آپ کو صبر پر مجبور کیا تو اس پر اپنے رب کی اطاعت اور اپنے والد کی رضا جوئی آسان ہوگئی۔ ﴿وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ﴾ یعنی ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام کو پیشانی کے بل گرا دیا تاکہ ذبح کرنے کے لیے ان کو لٹائیں۔ اسماعیل علیہ السلام اوندھے منہ لیٹ گئے تاکہ ذبح کے وقت ابراہیم علیہ السلام ان کے چہرے کو نہ دیکھ سکیں۔

﴿وَنَادَیْنٰهُ﴾ یعنی اس انتہائی اضطرابی کیفیت اور دہشت ناک حالت میں' ہم نے ابراہیم کو آواز دی: ﴿اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ ○ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا﴾ ''اے ابراہیم! تم نے خواب کو سچا کر دکھایا۔'' یعنی آپ نے وہ کچھ کر دکھایا جس کا آپ کو حکم دیا گیا تھا۔ آپ نے اس حکم کی تعمیل پر اپنے نفس کو آمادہ کیا، آپ نے اس حکم کی تعمیل کے لیے تمام اسباب اختیار کر لیے تھے' صرف حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گلے پر چھری چلانا باقی رہ گیا تھا۔ ﴿اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ﴾ ''بلاشبہ ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں'' جو ہماری عبادت میں احسان کے مرتبے پر فائز ہیں اور اپنی خواہشات پر ہماری رضا کو مقدم رکھتے ہیں۔

﴿اِنَّ هٰذَا﴾ ''بے شک یہ بات'' جس کے ذریعے سے ہم نے ابراہیم کا امتحان لیا ﴿لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا

الْمُبِيْنُ ﴾ ”البتہ وہ ایک واضح آزمائش تھی“ اس کے ذریعے سے ابراہیم علیہ السلام کا اخلاص‘ اپنے رب کے لیے آپ کی کامل محبت اور آپ کی دوستی عیاں ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسماعیل عطا فرمائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل سے بے پناہ محبت کرتے تھے‘ وہ خود رحمٰن کے خلیل تھے اور خُلّت محبت کا اعلیٰ ترین مرتبہ ہے۔ ایک ایسا منصب ہے جو مشارکت کو قبول نہیں کرتا اور تقاضا کرتا ہے کہ قلب کے تمام اجزا محبوب سے وابستہ رہیں۔ چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب کے کسی گوشے میں‘ آپ کے بیٹے اسماعیل کی محبت جاگزیں تھی‘ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کی محبت کو پاک صاف کرنے اور خلت کی آزمائش کا ارادہ فرمایا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس ہستی کو قربان کردینے کا حکم دیا جو آپ کے رب کی محبت سے مزاحم تھی۔

جب ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی محبت کو خواہشات نفس پر مقدم رکھتے ہوئے‘ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا عزم کرلیا تو قلب سے وہ داعیہ زائل ہوگیا جو اللہ تعالیٰ کی محبت سے مزاحم تھا۔ اب بیٹے کو ذبح کرنے میں کوئی فائدہ باقی نہ رہا، اس لیے فرمایا: ﴿ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ○ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ﴾ ”بلاشبہ یہ صریح آزمائش تھی اور ہم نے ایک بڑی قربانی کا ان کو فدیہ دیا۔“ یعنی اسماعیل علیہ السلام کے بدلے میں ایک عظیم قربانی عطا ہوئی جس کو ابراہیم علیہ السلام نے ذبح فرمایا۔ یہ قربانی اس لحاظ سے عظیم تھی کہ اس کو اسماعیل علیہ السلام کے فدیے میں قربان کیا گیا اور اس لحاظ سے بھی عظیم ہے کہ یہ جلیل القدر عبادات میں شمار ہوتی ہے، نیز یہ اس لحاظ سے بھی عظمت کی حامل ہے کہ اس کو قیامت تک کے لیے سنت قرار دے دیا گیا ہے۔ ﴿ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ○ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴾ یعنی ہم نے قربانی کو‘ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سچی مدح وثنا کے لیے‘ آنے والے لوگوں میں اسی طرح باقی رکھا جس طرح گزرے ہوئے لوگوں میں جاری تھی۔ ابراہیم علیہ السلام کو جب بھی یاد کیا جاتا ہے تو انھیں محبت‘ تعظیم اور ثنائے حسن کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے۔ ﴿ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴾ یعنی اللہ کی طرف سے ابراہیم علیہ السلام پر سلام ہے‘ جیسے اس آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ﴾ (النمل: ۲۷/۵۹) ”اے نبی! کہہ دیجیے‘ ہر قسم کی ستائش اللہ کے لیے ہے اور سلام ہے اس کے ان بندوں پر جنھیں اس نے چن لیا۔“

﴿ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ ”ہم نیکوکاروں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔“ جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مرتبۂ احسان پر فائز اور اس کی مخلوق کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے ہیں‘ ہم ان سے سختیاں دور کردیتے ہیں اور انھیں اچھی عاقبت اور ثنائے حسن سے سرفراز کرتے ہیں۔

﴿ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ”بلاشبہ وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔“ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان چیزوں پر ایمان رکھتے تھے جن پر ایمان رکھنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا۔ ان کے ایمان نے انھیں درجۂ یقین پر

پہنچا دیا تھا' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ﴾ (الانعام: ٦/ ٧٥) ''اور اسی طرح ہم ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کا نظام دکھاتے تھے تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔'' ﴿وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ ''اور ہم نے ان کو اسحاق کی بشارت بھی دی کہ وہ نبی اور نیکوکاروں میں سے ہوں گے۔'' یہ دوسری خوش خبری ہے جو حضرت اسحاق علیہ السلام کے بارے میں دی گئی جن کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کی خوش خبری دی گئی۔ پس آپ کو اسحاق علیہ السلام کے وجود' ان کی بقا' ان کی ذریت کے وجود' ان کے نبی اور صالح ہونے کی بشارت دی گئی ہے اور یہ متعدد بشارتیں ہیں۔

﴿وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ﴾ یعنی ہم نے ان دونوں پر برکت نازل فرمائی۔ یہاں برکت سے مراد نمو' ان کے علم و عمل اور ان کی اولاد میں اضافہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان دونوں کی نسل سے تین عظیم امتوں کو پیدا کیا' قوم عرب کو اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے' قوم اسرائیل اور اہل روم کو اسحاق علیہ السلام کی نسل سے پیدا کیا۔

﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ﴾ یعنی ان دونوں کی نسل میں نیک لوگ بھی تھے اور بد بھی' عدل و انصاف پر چلنے والے لوگ بھی تھے اور ظالم بھی' جن کا ظلم' ان کے کفر و شرک کے ذریعے سے عیاں ہوا۔ آیت کریمہ کا یہ ٹکڑا شاید دفع ایہام کے زمرے میں آتا ہے' چونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ﴾ تقاضا کرتا ہے کہ برکت دونوں کی اولاد میں ہو اور کامل ترین برکت یہ ہے کہ ان کی تمام ذریت محسنین و صالحین پر مشتمل ہو' لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ ان کی اولاد میں محسن بھی ہوں گے اور ظالم بھی۔ واللہ اعلم۔

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿١١٤﴾ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿١١٥﴾

اور البتہ تحقیق احسان کیا ہم نے اوپر موسیٰ اور ہارون کے ○ اور نجات دی ہم نے ان دونوں کو اور انکی قوم کو بہت بڑی (بھاری) مصیبت سے ○

وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿١١٦﴾ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿١١٧﴾

اور مدد کی ہم نے ان کی' پس ہوئے وہی غلبہ حاصل کرنے والے ○ اور دی ہم نے ان دونوں کو کتاب واضح ○

وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿١١٨﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿١١٩﴾ سَلٰمٌ

اور ہدایت دی ہم نے ان دونوں کو راہ راست کی ○ اور چھوڑا ہم نے ان دونوں پر پچھلے لوگوں میں ○ کہ سلام ہو

عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿١٢٠﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٢١﴾ اِنَّهُمَا

اوپر موسیٰ اور ہارون کے ○ بے شک ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو ○ بے شک وہ دونوں

مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٢٢﴾

(تھے) ہمارے مومن بندوں میں سے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے دو بندوں اور رسولوں یعنی عمران کے بیٹوں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا

ذکر فرماتا ہے کہ اس نے ان دونوں کو نبوت' رسالت اور دعوت الی اللہ کے منصب پر سرفراز فرمایا' ان کو اور ان کی قوم کو ان کے دشمن فرعون سے نجات دی' ان کے دشمن کو ان کی نظروں کے سامنے سمندر میں غرق کر کے ان کی مدد فرمائی اور ان پر حق و باطل کو واضح کرنے والی کتاب یعنی تورات نازل کی جو شرعی احکامات' مواعظ اور ہر چیز کی تفصیل پر مشتمل تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی صراط مستقیم کی طرف راہنمائی فرمائی' انھیں دین عطا کیا جو ایسے احکامات و قوانین پر مشتمل تھا' جو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو اس راستے پر گامزن کر کے ان پر احسان فرمایا۔ ﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْآخِرِيْنَ ○ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ﴾ یعنی ان کے بعد آنے والوں میں ان کی مدح' ثنائے حسن اور سلام کو باقی رکھا۔ ان کے اپنے زمانے کے لوگوں میں' ان کی مدح و ثنا کا موجود ہونا زیادہ اولیٰ ہے۔ ﴿اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ○ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ "بے شک ہم نیکوکار لوگوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ بے شک وہ دونوں ہمارے مومن بندوں میں شمار ہوتے ہیں۔"

وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٢٣﴾ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٢٤﴾ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا

اور بیشک الیاس (بھی) البتہ رسولوں میں سے تھا ○ جب کہا اس نے اپنی قوم سے کیا نہیں تم ڈرتے؟ ○ کیا تم پکارتے ہو بعل (بت) کو

وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿١٢٥﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٢٦﴾ فَكَذَّبُوْهُ

اور چھوڑ دیتے ہو تم سب سے بہتر پیدا کرنیوالے کو ○ اللہ کو (جو) رب ہے تمہارا اور رب ہے تمہارے پہلے باپ دادوں کا ○ پس جھٹلایا انہوں نے اسکو

فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿١٢٧﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿١٢٨﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ

بیشک وہ (سب) البتہ حاضر کیے جائیں گے ○ سوائے بندگانِ الٰہی کے (جو) خالص کیے (چنے) ہوئے ہیں ○ اور چھوڑا ہم نے اوپر اسکے

فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿١٢٩﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿١٣٠﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي

پچھلے لوگوں میں ○ کہ سلام ہو الیاسین پر ○ بے شک ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٣١﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٢﴾

نیکی کرنے والوں کو ○ بے شک وہ (تھا) ہمارے مومن بندوں میں سے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندے اور رسول حضرت الیاس علیہ السلام کی مدح کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اس نے انھیں نبوت' رسالت اور دعوت الی اللہ کے منصب پر سرفراز فرمایا۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے اپنی قوم کو تقویٰ اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیا' انھیں "بعل" کے بت کی عبادت کرنے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت چھوڑنے سے روکا' جس نے انھیں بہترین طریقے سے تخلیق فرمایا' بہترین طریقے سے ان کی تربیت کی اور انھیں ظاہری اور باطنی نعمتوں سے بہرہ مند کیا۔ جس کی یہ شان ہو' تم اس اللہ کی عبادت کو چھوڑ کر' اس بت کی عبادت کیسے کرتے ہو جو کسی نقصان کی قدرت رکھتا ہے نہ نفع کی' جو کچھ پیدا کر سکتا ہے نہ کسی کو رزق عطا کر سکتا ہے بلکہ اس کی حالت تو یہ ہے کہ وہ کھا سکتا ہے نہ بول سکتا ہے' کیا اس کی عبادت کرنا سب سے بڑی گمراہی اور سب سے بڑی حماقت نہیں۔

﴿ فَكَذَّبُوْهُ ﴾ انھوں نے حضرت الیاس علیہ السلام کی دعوت کو جھٹلایا اور ان کی اطاعت نہ کی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وعید سناتے ہوئے فرمایا: ﴿ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴾ یعنی قیامت کے روز انھیں عذاب میں ڈالا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں ان کے لیے دنیاوی عذاب کا ذکر نہیں فرمایا۔ ﴿ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ ﴾ جن کو اللہ تعالیٰ نے اخلاص اور اپنے نبی کی اطاعت سے بہرہ ور کیا، ان کو عذاب میں مبتلا نہیں کیا جائے گا، ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑے ثواب سے نوازا جائے گا۔ ﴿ وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ ﴾ یعنی الیاس علیہ السلام کے لیے چھوڑ دیا ﴿ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴾ یعنی آنے والے لوگوں میں ان کے لیے ثنائے حسن کو باقی رکھا ﴿ سَلٰمٌ عَلٰۤی اِلْ یَاسِیْنَ ﴾ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کی طرف سے الیاس پر سلام ہے ﴿ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ○ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ﴾ پس اللہ تعالیٰ نے الیاس علیہ السلام کی اسی طرح مدح وثنا بیان کی جس طرح دیگر انبیاء و مرسلین علیہم السلام کو مدح وثنا سے نوازا۔

وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِذْ نَجَّیْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۳۴﴾ اِلَّا عَجُوْزًا

اور بلاشبہ لوط البتہ رسولوں میں سے تھا○ جب نجات دی ہم نے اس کو اور اس کے اہل کو سب کو○ سوائے ایک بڑھیا کے (جو تھی)

فِی الْغٰبِرِیْنَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَیْهِمْ مُّصْبِحِیْنَ ﴿۱۳۷﴾

پیچھے رہ جانے والوں میں○ پھر ہلاک کر دیا ہم نے دوسروں کو○ اور بیشک تم البتہ گزرتے ہو ان (کے گھروں) پر صبح کے وقت○

وَبِالَّیْلِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

اور رات میں، کیا پس نہیں تم عقل رکھتے؟○

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اپنے بندے اور رسول حضرت لوط علیہ السلام کی مدح وثنا ہے کہ اس نے آپ کو نبوت، رسالت اور دعوت الی اللہ کے منصب پر سرفراز فرمایا، نیز یہ کہ آپ نے اپنی قوم کو شرک اور فواحش سے روکا۔ جب وہ شرک اور فواحش سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو ان بداعمال لوگوں سے بچا لیا اور وہ راتوں رات نکل گئے۔ ﴿ اِلَّا عَجُوْزًا فِی الْغٰبِرِیْنَ ﴾ سوائے ایک بڑھیا کے، جو عذاب کی لپیٹ میں آنے والوں کے ساتھ شامل تھی۔ یہ لوط علیہ السلام کی بیوی تھی اور آپ کے دین پر نہ تھی۔

﴿ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ ﴾ ''پھر ہم نے اوروں کو ہلاک کر دیا۔'' یعنی ہم نے ان پر ان کی بستیوں کو الٹ دیا: ﴿ جَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ مَّنْضُوْدٍ ﴾ (ھود: ۸۲/۱۱) ''ہم نے ان کی بستی کو تلپٹ کر دیا اور ان پر کھنگر کے پتھر برسائے'' حتی کہ ان کا نام ونشان مٹ گیا۔

﴿ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَیْهِمْ ﴾ یعنی قوم لوط کی بستیوں پر سے تمھارا گزر ہوتا ہے ﴿ مُّصْبِحِیْنَ ○ وَبِالَّیْلِ ﴾ ''دن کو بھی اور رات کو بھی۔'' یعنی ان اوقات میں، نہایت کثرت سے تم وہاں سے گزرتے ہو، ان بستیوں کے بارے میں کوئی شک نہیں۔ ﴿ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾ کیا تم آیات کو سمجھتے نہیں؟ اور کیا تم ان اعمال سے رکتے نہیں جو ہلاکت کے موجب ہیں۔

وَاِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾ فَسَاهَمَ

اور بیشک یونس البتہ رسولوں میں سے تھا○ جب وہ بھاگ کر گیا طرف کشتی بھری ہوئی کے○ پس قرعہ اندازی کی (اہل کشتی نے)

فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِیْنَ ﴿۱۴۱﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِیْمٌ ﴿۱۴۲﴾ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ

تو ہو گیا وہ شکست خوردگان میں سے○ پس نگل لیا اس کو مچھلی نے جب کہ وہ (خود کو) ملامت کرنے والا تھا○ پس اگر نہ ہوتی یہ بات کہ بیشک تھا وہ

مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ ﴿۱۴۳﴾ لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِهٖٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ

تسبیح کرنے والوں میں سے○ تو رہتا وہ اسکے پیٹ میں اس دن تک کہ اٹھائے جائیں گے لوگ زندہ کرکے (اس میں)○ پس ڈال دیا ہم نے اسے چٹیل میدان میں،

وَهُوَ سَقِیْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَیْهِ شَجَرَةً مِّنْ یَّقْطِیْنٍ ﴿۱۴۶﴾ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰی مِائَةِ اَلْفٍ

اس حال میں کہ وہ بیمار تھا○ اور اگا دیا ہم نے اس پر ایک درخت بیل دار (جیسے کدو وغیرہ کی بیل)○ اور بھیجا ہم نے اسکو طرف ایک لاکھ کی

اَوْ یَزِیْدُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰی حِیْنٍ ﴿۱۴۸﴾

یا (اس سے کچھ) زیادہ ہوں گے○ پس وہ ایمان لے آئے تو ہم نے فائدہ (اٹھانے کا موقع) دیا ان کو ایک وقت (مقرر) تک○

النصف

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے، اپنے بندے اور رسول یونس بن متّیٰ علیہ السلام کی مدح وثنا ہے، جیسا کہ اس نے آپ کے بھائی دیگر انبیاء و مرسلین کو نبوت، رسالت اور دعوت الی اللہ کے ذریعے سے مدح وثنا سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ذکر فرمایا کہ اس نے حضرت یونس علیہ السلام کو دنیاوی عقوبت میں مبتلا کیا، پھر آپ کے ایمان اور اعمال صالحہ کے سبب سے آپ کو اس عذاب سے نجات دی۔ ﴿اِذْ اَبَقَ﴾ ”جب بھاگے“ یعنی اپنے رب سے ناراض ہو کر یہ سمجھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مچھلی کے پیٹ میں محبوس کرنے کی قدرت نہیں رکھتا کشتی میں فرار ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے ناراضی کا سبب بتایا ہے نہ اس گناہ ہی کا ذکر فرمایا جس کا آپ نے ارتکاب کیا کیونکہ اس کے تذکرے میں ہمارے لیے کوئی فائدہ نہیں۔ ہمیں صرف اسی چیز میں فائدہ ہے جس کا ذکر کیا گیا کہ حضرت یونس علیہ السلام سے گناہ سرزد ہوا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کے رسول ہونے کے باوجود سزا دی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کرب سے نجات دی، آپ سے ملامت کو دور کر دیا اور آپ کے لیے وہ امور مقدر کیے جو آپ کی اصلاح کا سبب تھے۔ جب آپ بھاگ کر ﴿اِلَی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ﴾ مسافروں اور سامان سے بھری ہوئی کشتی میں جا سوار ہوئے۔ کشتی پہلے ہی کھچا کھچ بھری ہوئی تھی جب آپ سوار ہوئے تو کشتی بوجھل ہو گئی۔ انھیں حاجت محسوس ہوئی کہ وہ سواریوں میں سے کسی سواری کو سمندر میں پھینک دیں مگر یوں لگتا ہے کہ کسی کو سمندر میں پھینکنے کے لیے اس کی کوئی امتیازی علامت نہ تھی، اس لیے انھوں نے قرعہ اندازی کی کہ جس کے نام قرعہ نکلے گا اسے سمندر میں پھینک دیا جائے گا، یہ کشتی والوں کا انصاف پر مبنی فیصلہ تھا۔

اللہ تعالیٰ جس کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لیے اسباب فراہم کر دیتا ہے۔ جب کشتی والوں نے قرعہ اندازی

کی تو حضرت یونس علیہ السلام کے نام قرعہ نکل آیا ﴿ فَکَانَ مِنَ الْمُدْحَضِیْنَ ﴾ یعنی حضرت یونس علیہ السلام قرعہ اندازی میں مغلوب ہو گئے اور ان کو سمندر میں ڈال دیا گیا۔ ﴿ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ ﴾ ’’پس مچھلی نے انھیں نگل لیا اور وہ‘‘ ﴿ مُلِیْمٌ ﴾ ’’ملامت کرنے والے تھے‘‘ یعنی انھوں نے ایسے فعل کا ارتکاب کیا تھا جس پر ملامت کی جاتی ہے اور وہ ہے آپ کا اپنے رب سے ناراض ہونا۔ ﴿ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ ﴾ یعنی مچھلی کے پیٹ میں جانے سے پہلے اگر حضرت یونس علیہ السلام نے اپنے رب کی نہایت کثرت سے عبادت اور تسبیح وتحمید نہ کی ہوتی اور مچھلی کا لقمہ بن جانے کے بعد نہایت کثرت سے یہ نہ کہا ہوتا ﴿ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴾ (الانبیاء: ۸۷/۲۱) ’’تیرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، تو پاک ہے، بے شک میں ظالموں میں سے ہوں۔‘‘ ﴿ لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴾ ’’تو لوگوں کے اٹھائے جانے کے دن تک اس کے پیٹ ہی میں رہتا‘‘ یعنی مچھلی کا پیٹ یونس علیہ السلام کی قبر ہوتا، مگر آپ کی عبادت الٰہی اور تسبیح کے باعث اللہ تعالیٰ نے آپ کو مچھلی کے پیٹ سے نجات دی اور اہل ایمان جب کبھی کسی مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسی طرح انھیں نجات دیتا ہے۔

﴿ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ ﴾ یعنی مچھلی نے حضرت یونس علیہ السلام کو ایک چٹیل زمین پر نکال پھینکا: (الْعَرَاء) سے مراد وہ زمین ہے جو ہر لحاظ سے خالی ہو، بسا اوقات وہاں درخت بھی نہیں ہوتے۔ ﴿ وَهُوَ سَقِیْمٌ ﴾ مچھلی کے پیٹ میں محبوس رہنے کی بنا پر آپ بیمار ہو گئے تھے حتیٰ کہ آپ کی یہ حالت ہو گئی تھی جیسے انڈے سے نکلا ہوا بے بال چوزہ ہو۔ ﴿ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَیْهِ شَجَرَةً مِّنْ یَّقْطِیْنٍ ﴾ ’’اور ہم نے ان پر کدو کی بیل اگائی‘‘ جس نے آپ کو اپنے گھنے سائے تلے لے لیا کیونکہ اس کا سایہ ٹھنڈا ہوتا ہے اور اس پر مکھیاں نہیں بیٹھتیں۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا لطف وکرم تھا۔ ایک اور پہلو سے بھی آپ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا لطف وکرم اور ایک عظیم احسان ہوا۔ ﴿ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ ﴾ ’’اور ہم نے مبعوث کیا ان کو ایک لاکھ کی طرف لوگوں میں سے ﴿ اَوْ یَزِیْدُوْنَ ﴾ ’’یا ان سے زیادہ کی طرف۔‘‘ معنی یہ ہے کہ اگر یہ لوگ ایک لاکھ سے زیادہ نہیں تو کم بھی نہ تھے۔

حضرت یونس علیہ السلام نے ان کو اللہ کی طرف دعوت دی ﴿ فَاٰمَنُوْا ﴾ ’’تو وہ ایمان لائے۔‘‘ چنانچہ ان کا ایمان لانا بھی حضرت یونس علیہ السلام کے اعمال نامے میں لکھا گیا کیونکہ وہی ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے تھے۔ ﴿ فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِیْنٍ ﴾ ’’پس ہم نے انھیں ایک مدت تک فائدہ پہنچایا۔‘‘ اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب کو ہٹا دیا حالانکہ اس کے تمام اسباب ظاہر ہو چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْیَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَاۤ اِیْمَانُهَاۤ اِلَّا قَوْمَ یُوْنُسَ لَمَّاۤ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْیِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِیْنٍ ﴾ (یونس: ۹۸/۱۰) ’’کیا کوئی ایسی بستی ہے جو (عذاب دیکھ کر) ایمان لائی اور ان کے ایمان نے ان کو کوئی فائدہ دیا ہو، یونس کی قوم کے سوا۔ وہ لوگ ایمان لے آئے تو ہم نے دنیا کی زندگی میں ان سے رسوا کن

عذاب ٹال دیا اور ایک وقت تک ہم نے ان کو دنیا سے بہرہ مند ہونے دیا۔“

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿١٤٩﴾ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ
پوچھیے ان سے، کیا آپ کے رب کے لیے تو بیٹیاں ہیں اور ان کے لیے بیٹے؟ ○ یا پیدا کیا ہم نے فرشتوں کو مونث اور وہ
شٰهِدُوْنَ ﴿١٥٠﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿١٥١﴾ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٥٢﴾
دیکھ رہے تھے؟ ○ خبردار! بلاشبہ وہ اپنی طرف سے جھوٹ گھڑ کر البتہ کہتے ہیں ○ اولاد ہے اللہ کی، اور بے شک وہ البتہ جھوٹے ہیں ○
اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿١٥٣﴾ مَا لَكُمْ ۣ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿١٥٤﴾ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿١٥٥﴾
کیا اس نے پسند کیا بیٹیوں کو اوپر بیٹوں کے؟ ○ کیا ہے تمھیں، کیسا تم فیصلہ کرتے ہو؟ ○ کیا پس نہیں تم غور کرتے؟ ○
اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٥٦﴾ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٥٧﴾
یا تمھارے لئے ہے کوئی دلیل واضح؟ ○ پس لے آؤ تم اپنی کتاب اگر ہو تم سچے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ سے فرماتا ہے: ﴿ فَاسْتَفْتِهِمْ ﴾ یعنی غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھیرانے والوں سے پوچھیے، جو فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، انھوں نے شرک کے ساتھ ساتھ، اللہ تعالیٰ کو ایسی صفات سے موصوف کیا جو اس کی جلالت شان کے لائق نہیں ﴿ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴾ ”کیا آپ کے رب کی تو بیٹیاں ہیں اور ان کے بیٹے ہیں؟“ یہ نہایت ہی ظالمانہ تقسیم اور جور پر مبنی قول ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی اولاد بنائی اور دونوں اقسام میں کمتر قسم اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کی، یعنی اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بنا دیں، حالانکہ وہ خود اپنے لیے بیٹیوں پر راضی نہیں ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ﴾ (النحل: ۵۷/۱۶) ”اور وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے بیٹیاں مقرر کرتے ہیں اور خود اپنے لیے وہ مقرر کرتے ہیں جو وہ چاہتے ہیں۔“ نیز اس لحاظ سے انھوں نے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دے دیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی دروغ گوئی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ﴾ ”کیا ہم نے فرشتوں کو عورتیں بنایا اور وہ (اس وقت) موجود تھے؟“ یعنی کیا وہ ان کی تخلیق کے گواہ ہیں؟ ایسا نہیں ہے، وہ فرشتوں کی تخلیق کو دیکھ نہیں رہے تھے، لہٰذا یہ اس امر کی دلیل ہے کہ ان کا قول بلا علم اور اللہ تعالیٰ پر بہتان ہے، بنا بریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ ﴾ ”آگاہ رہو! یہ لوگ صرف افترا پردازی سے“ یعنی واضح جھوٹ کی بنا پر ﴿ لَيَقُوْلُوْنَ ○ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴾ ”کہتے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے جبکہ بلاشک یہ جھوٹے ہیں۔“ ﴿ اَصْطَفَى ﴾ ”کیا اس نے ترجیح دی ہے“ یعنی اس نے چنا ہے ﴿ الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ○ مَا لَكُمْ ۣ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴾ ”بیٹوں کے بجائے بیٹیوں کو۔ تم (ظلم وجور پر مبنی) کیسا فیصلہ کرتے ہو؟“

﴿ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ کیا تم نصیحت حاصل کر کے اس باطل اور ظلم کے حامل قول کو سمجھتے نہیں؟ اگر تم نے نصیحت پکڑی ہوتی تو ہرگز ایسی بات نہ کہتے۔ ﴿ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴾ ''کیا تمھارے پاس کوئی واضح دلیل ہے؟'' یعنی کتاب یا رسول کی کوئی واضح حجت ہے؟ یہ سب کچھ خلاف واقعہ ہے، اس لیے فرمایا: ﴿ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ ''اگر تم سچے ہو تو اپنی کتاب پیش کرو۔'' کیونکہ جو کوئی ایسی بات کہتا ہے جس پر کوئی شرعی دلیل قائم نہ کر سکے' وہ جان بوجھ کر جھوٹ بولتا ہے یا بلا دلیل اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی بات منسوب کرتا ہے۔

وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ؕ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ ۙ

اور ٹھہرا لیا انھوں نے درمیان اس (اللہ) کے اور درمیان جنوں کے رشتہ' اور البتہ تحقیق جان لیا جنوں نے کہ بلاشبہ وہ حاضر کیے جائیں گے ○

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ ۙ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۰﴾

پاک ہے اللہ ان باتوں سے جو وہ (اس کی بابت) بیان کرتے ہیں ○ سوائے بندگان الٰہی کے (جو) خالص کیے (چنے) ہوئے ہیں ○

یعنی ان مشرکین نے اللہ تعالیٰ اور جنات کے درمیان بھی نسبی تعلق جوڑ دیا ہے۔ ان کا زعم باطل ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور بڑے بڑے سردار جن ان کی مائیں ہیں' حالانکہ جنات بھی جانتے ہیں کہ وہ جزا و سزا کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں گے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے عاجز اور فروتر بندے ہیں۔ اگر ان کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی نسبی رشتہ ہوتا تو ان کی یہ حالت نہ ہوتی۔

﴿ سُبْحٰنَ اللّٰهِ ﴾ ان کا رب بادشاہ عظیم اور حلیم کامل ان تمام اوصاف سے منزّہ اور پاک ہے جو مشرکین اس کے بارے میں بیان کر رہے ہیں، جو ان کے کفر و شرک نے اس کے متعلق واجب ٹھیرایا ہے۔ ﴿ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴾ اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں نے اسے جن اوصاف سے موصوف کیا اللہ تعالیٰ نے ان اوصاف سے اپنے آپ کو منزّہ نہیں کہا کیونکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات کو صرف انھی اوصاف سے موصوف کیا ہے جو اس کے جلال کے لائق ہیں اور بایں وجہ وہ مخلص بندے ہیں۔

فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ ۙ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ ۙ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۶۳﴾

بیشک تم اور (وہ) جنکی تم عبادت کرتے ہو ○ نہیں ہو تم اس (اللہ) کے خلاف بہکانے والے ○ مگر اسی کو جو ہے جانے والا جہنم میں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: اے مشرکو! تم اور تمھارے خود ساختہ الٰہ کسی کو فتنے میں مبتلا کرنے یا گمراہ کرنے کی قدرت نہیں رکھتے' سوائے ان لوگوں کے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ نافذ ہو گیا۔ یہاں کسی کو گمراہ کرنے کے بارے میں' ان کا اور ان کے معبودوں کا عجز اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کو بیان کرنا مقصود ہے...... یعنی اللہ تعالیٰ کے مخلص اور فلاح یافتہ بندوں کو راہ راست سے ہٹانے کی امید نہ رکھو۔

وَمَا مِنَّاۤ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾ وَّ اِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾

اور نہیں ہے ہم میں سے (کوئی) مگر اس کے لیے مرتبہ ہے معلوم (اللہ کے نزدیک) ○ اور بلاشبہ ہم البتہ صف باندھے کھڑے رہنے والے ہیں ○

وَ اِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾

اور بے شک ہم البتہ تسبیح (پاکیزگی بیان) کرنے والے ہیں ○

یہ فرشتوں کے بارے میں کفار کی بہتان طرازی سے براءت کا بیان ہے، نیز یہ کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور لمحہ بھر کے لیے اس کی نافرمانی نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر ایک کو ایک مقام اور کسی تدبیر کی ذمے داری سونپی ہے وہ اس سے تجاوز کر سکتے ہیں نہ انھیں کسی چیز کا کوئی اختیار ہے۔ ﴿وَ اِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ﴾ یعنی ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور خدمت میں صف آرا ہوتے ہیں۔ ﴿وَ اِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ﴾ ”اور بے شک ہم پاکی بیان کرتے ہیں“ اللہ تعالیٰ کی ہر ایسے وصف سے جو اس کی کبریائی کے لائق نہیں۔ بایں ہمہ ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھیرانا کیسے درست ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان مشرکین کے بہتان سے بلند و بالا تر ہے۔

وَ اِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ

اور یقیناً تھے وہ کہتے ○ اگر ہوتی ہمارے پاس نصیحت (کتاب) پہلے لوگوں کی ○ تو البتہ ضرور ہوتے ہم بندے اللہ کے

الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَ لَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا

برگزیدہ (چنے) ہوئے ○ سو انکار کیا انہوں نے اس کا، پس عنقریب وہ جان لیں گے ○ اور یقیناً پہلے سے صادر ہو چکی ہماری بات اپنے بندوں کیلئے

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَ اِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ

جو فرستادگان (رسول) ہیں ○ کہ بے شک البتہ وہی مدد کیے جائیں گے ○ اور بلاشبہ ہمارا لشکر البتہ وہی غالب رہے گا ○ اور منہ موڑ لیجیے ان سے

حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۴﴾ وَّ اَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۵﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ فَاِذَا نَزَلَ

ایک مدت تک ○ اور دیکھیے انہیں! پس عنقریب وہ بھی دیکھیں گے ○ کیا پس ہمارا عذاب وہ جلدی مانگتے ہیں؟ ○ پس جب نازل ہو گا وہ

بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۷﴾ وَ تَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۸﴾ وَّ اَبْصِرْ

ان کے صحن میں، تو بری ہو گی صبح ڈرائے گئے لوگوں کی ○ اور اعراض کر لیجیے ان سے ایک مدت تک ○ اور دیکھیے!

فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَ سَلٰمٌ عَلَى

پس عنقریب وہ بھی دیکھیں گے ○ پاک ہے آپ کا رب، مالک عزت کا ان باتوں سے جو وہ (مشرک) بیان کرتے ہیں ○ اور سلام ہے اوپر

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾

رسولوں کے ○ اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جو رب ہے سب جہانوں کا ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ یہ مشرکین اس تمنا کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر ہمارے پاس بھی

کتابیں آتیں جیسے پہلے لوگوں پر کتابیں آئی تھیں تو ہم خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے‘ بلکہ ہم حقیقی مخلص ہوتے۔ وہ اس بارے میں جھوٹ بولتے ہیں ان کے پاس سب سے افضل کتاب آئی‘ مگر انھوں نے اس کو ماننے سے انکار کر دیا، لہٰذا معلوم ہوا کہ وہ حق کے مقابلے میں تکبر کا رویہ رکھے ہوئے ہیں۔ ﴿فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴾ عنقریب جب ان پر عذاب واقع ہو گا تو انھیں معلوم ہو جائے گا۔ وہ یہ نہ سمجھیں کہ وہ دنیا میں غالب ہی رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ کر دیا ہے جس کو کوئی رڈ کر سکتا ہے نہ اس کی مخالفت کر سکتا ہے...... کہ اس کی بندگی کرنے والے رسول اور اس کی فلاح یافتہ فوج ہی غالب رہے گی‘ ان کو ان کے رب کی طرف سے فتح و نصرت حاصل ہو گی تب وہ نصرت الٰہی سے اس کے دین کو قائم کرنے کی قدرت رکھیں گے۔ یہ ان لوگوں کے لیے ایک عظیم بشارت ہے جو اللہ تعالیٰ کے لشکر میں شامل ہیں‘ جو اس لشکر کی صفات سے متصف ہیں‘ جن کے احوال درست ہیں‘ جو ان لوگوں سے جہاد کرتے ہیں جن سے جہاد کرنے کا ان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ غالب اور فتح یاب رہیں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ وہ اہل عناد سے جنھوں نے حق کو قبول نہیں کیا‘ گریز کریں‘ نیز فرمایا کہ اب ان پر نازل ہونے والے عذاب کا صرف انتظار باقی ہے، بنابریں فرمایا: ﴿وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ﴾ ”پس آپ انھیں دیکھتے رہیے اور وہ بھی عنقریب دیکھ لیں گے“ کہ کس پر عذاب نازل ہوتا ہے۔ ان پر یہ عذاب بہت جلد نازل ہو گا۔ ﴿فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ﴾ ”جب وہ ان کے میدان میں اترے گا۔“ یعنی جب ان پر عذاب نازل ہو گا اور ان کے قریب ہو گا ﴿فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ﴾ ”تو جن کو ڈر سنا دیا گیا تھا تو ان کے لیے بُرا دن ہو گا“ کیونکہ یہ صبح ان کے لیے شر‘ عقوبت اور استیصال لے کر آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو دوبارہ حکم دیا ہے کہ وہ ان مشرکین سے گریز کریں اور مشرکین کو وقوع عذاب کی وعید سنائی۔

چونکہ اس سورۂ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے بہت سے اقوال کا ذکر کیا ہے۔ جن کے ساتھ یہ مشرکین اللہ تعالیٰ کو موصوف کرتے ہیں‘ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی تنزیہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿سُبْحٰنَ رَبِّكَ﴾ ”آپ کا رب پاک ہے“ یعنی منزہ اور بلند و بالا ہے ﴿رَبِّ الْعِزَّةِ﴾ وہ ہر چیز پر غالب ہے، ہر برائی سے بالا و بلند تر ہے جس سے یہ مشرکین اسے موصوف کرتے ہیں۔ ﴿وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ﴾ اور سلام ہے رسولوں پر کیونکہ وہ گناہوں اور تمام آفات سے سلامت ہیں اور جن اوصاف سے مشرکین نے زمین اور آسمانوں کے خالق کو موصوف کیا ہے ان سے سلامت ہیں۔ ﴿وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ الف اور لام استغراق کے لیے ہے۔ پس حمد و ستائش کی تمام اقسام صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں‘ یعنی تمام صفات کاملہ و عظیمہ‘ وہ تمام افعال جن کے ذریعے سے اس نے اس کائنات کی تربیت کی‘ ان کو لامحدود نعمتوں سے نوازا‘ ان سے بہت سی مصیبتوں کو دور کیا اور اس نے ان کی تمام حرکات و سکنات اور ان کے تمام احوال میں ان کی تدبیر کی وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں۔

وہ ہر نقص سے پاک اور ہر کمال کی بنا پر قابل تعریف ہے۔ وہ اپنے بندوں کے نزدیک محبوب اور سزاوارِ تعظیم ہے۔ اس کے رسول ہر گناہ سے محفوظ ہیں اور جو کوئی ان انبیاء و رسل کی اتباع کرتا ہے وہ دنیا و آخرت میں سلامتی کا مستحق ہے اور ان کے دشمنوں کے لیے دنیا و آخرت میں ہلاکت ہے

تفسیر سورۂ ص

سُورَۃُ ص (۳۸) مَکِّیَّۃٌ (۳۸)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

اٰیَاتُھَا ۸۸ رُکُوْعَاتُھَا ۵

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ ① بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ② كَمْ اَهْلَكْنَا

صٓ، قسم ہے قرآن نصیحت والے کی ○ بلکہ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، وہ تکبر اور مخالفت میں (پڑے ہوئے) ہیں ○ کتنی ہی ہلاک کر دیں ہم نے

مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ ③ وَعَجِبُوْۤا اَنْ جَآءَهُمْ

ان سے پہلے قومیں، پس پکارا انہوں نے (مدد کیلئے) اور نہ رہا تھا وہ وقت خلاصی کا ○ اور تعجب کیا انہوں نے اس بات پر کہ آیا انکے پاس

مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ز وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ④ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ج

ایک ڈرانے والا انہی میں سے، اور کہا کافروں نے: یہ تو ایک جادوگر ہے بڑا جھوٹا ○ کیا کر دیا اس نے (متعدد) معبودوں کو ایک معبود؟

اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ⑤ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰۤی اٰلِهَتِكُمْ ج

بے شک یہ تو البتہ ایک چیز ہے بڑی عجیب ○ اور چلے سرداران کے (یہ کہتے ہوئے) کہ چلو اور جمے رہو اوپر اپنے معبودوں کے

اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ ⑥ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ج اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا

بے شک یہ تو البتہ کوئی چیز (غرض) ہے کہ اس کا ارادہ کیا جاتا ہے ○ نہیں سنی ہم نے یہ بات پچھلے دین میں، نہیں ہے یہ مگر

اخْتِلَاقٌ ⑦ ءَاُنْزِلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَیْنِنَا ط بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِیْ ج بَلْ

گھڑی ہوئی بات ○ کیا نازل کی گئی ہے اوپر اسی کے نصیحت ہمارے درمیان میں سے؟ بلکہ وہ تو شک میں ہیں میری نصیحت سے، بلکہ

لَّمَّا یَذُوْقُوْا عَذَابِ ⑧ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِیْزِ الْوَهَّابِ ⑨

(ابھی تک) نہیں چکھا انہوں نے میرا عذاب ○ کیا انکے پاس خزانے ہیں آپ کے رب کی رحمت کے جو بڑا غالب، بہت دینے والا ہے؟ ○

اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا قف فَلْیَرْتَقُوْا فِی الْاَسْبَابِ ⑩

یا ان کے لیے بادشاہی ہے آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے؟ تو چاہیے کہ چڑھ جائیں وہ (آسمان پر) رسیوں کے ذریعے سے ○

جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ⑪

(یہ) ایک لشکر ہے جو وہاں شکست خوردہ ہوگا، لشکروں میں سے ○

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کے حال اور قرآن کو جھٹلانے والوں کے حال کا بیان ہے جو انھوں نے قرآن

اور قرآن لانے والے کے ساتھ روا رکھا۔ فرمایا: ﴿صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ﴾ ''ص، قسم ہے قرآن کی جو سراسر نصیحت ہے۔'' یعنی جو قدرِ عظیم اور شرف کا حامل ہے، جو بندوں کو ہر اس چیز کی یاددہانی کراتا ہے جس کے وہ محتاج ہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات اور افعال کا علم، احکام شرعیہ کا علم اور قیامت اور جزا و سزا کا علم۔ قرآن انھیں ان کے دین کے اصول و فروع کا علم عطا کرتا ہے۔ جس چیز پر قسم کھائی گئی ہے یہاں اس کو ذکر کرنے کی حاجت نہیں، کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ جس کی قسم کھائی گئی ہے اور جس پر قسم کھائی گئی ہے دونوں ایک ہی چیز کے نام ہیں اور وہ ہے قرآن، جو اس وصف جلیل سے موصوف ہے۔ جب قرآن اس وصف سے موصوف ہے تو معلوم ہوا کہ بندوں کے لیے اس کی ضرورت ہر ضرورت سے بڑھ کر ہے اور بندوں پر فرض ہے کہ وہ ایمان اور تصدیق کے ساتھ اس کو قبول کریں۔ اس سے ان امور کا استنباط کریں جن سے نصیحت حاصل کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس کو ہدایت سے نوازا، اس کو اس کی طرف راہ دکھا دی۔ کفار نے قرآن اور اس ہستی کا انکار کر دیا جس کے ہاں قرآن نازل کیا گیا۔ اسے ان کی طرف سے ﴿عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ﴾ ''غرور، مخالفت'' تکبر، عدم ایمان اور ضد کا سامنا کرنا پڑا، یعنی انھوں نے اس کو رد کرنے، اس کا ابطال کرنے اور اس کو لانے والے میں جرح و قدح کرنے کے لیے اس کی مخالفت اور مخاصمت پر کمر باندھ رکھی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو گزشتہ قوموں کے مانند ہلاک کرنے کی وعید سنائی ہے جنھوں نے رسولوں کی تکذیب کی تھی، جب ان کی ہلاکت کا وقت آن پہنچا تو چیخ و پکار کرنے اور عذاب کو ٹالنے کی التجائیں کرنے لگے، لیکن ﴿لَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ﴾ ''وہ رہائی کا وقت نہیں تھا۔'' یعنی یہ وقت اس عذاب سے گلو خلاصی اور اس کو دور کرنے کا وقت نہیں تھا۔ پس ان لوگوں کو اپنے تکبر اور ضد پر جمے رہنے سے بچنا چاہیے ورنہ ان پر بھی وہی عذاب نازل ہوگا جو گزشتہ قوموں پر نازل ہوا تھا۔ ﴿وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ﴾ یعنی ان جھٹلانے والوں کو ایسے معاملے پر تعجب ہے، جو مقام تعجب نہیں، کہ ان کے پاس انھی میں سے ایک ڈرانے والا آیا تاکہ وہ اس سے علم حاصل کر سکیں اور اسے پہچان لیں جیسے کہ پہچاننے کا حق ہے اور چونکہ وہ ڈرانے والا انھی کی قوم میں سے ہے، اس کا اتباع کرنے میں ان کی قومی نخوت آڑے نہیں آئے گی۔ یہ تو ایسی چیز ہے جس پر شکر کرنا اور اس ڈرانے والی ہستی کا اتباع کرنا فرض تھا۔ مگر ان کا رویہ اس کے برعکس تھا۔ انھوں نے انکار کرنے والے پر تعجب کا اظہار کیا اور اپنے کفر و ظلم کی بنا پر کہا: ﴿هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ﴾ ''یہ جادوگر اور نہایت جھوٹا شخص ہے۔'' ان کے نزدیک اس کا گناہ صرف یہ ہے کہ بلاشبہ ﴿اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا﴾ ''اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا دیا۔'' یعنی یہ شخص اللہ تعالیٰ کے شریک اور ہمسر بنانے سے کیونکر روکتا ہے اور اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اخلاص کا حکم دیتا ہے۔ ﴿اِنَّ هٰذَا﴾ ''یقیناً یہ'' جسے وہ لے کر آیا ہے ﴿لَشَیْءٌ عُجَابٌ﴾ ''البتہ بڑی عجیب چیز ہے۔'' یعنی ان کے نزدیک یہ چیز اپنے بطلان اور فساد کی بنا پر تعجب کا تقاضا کرتی ہے۔

﴿وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ﴾ یعنی اشراف قوم، جن کی بات مانی جاتی تھی، اپنی قوم کو شرک پر جمے رہنے پر آمادہ کرتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے نکلے ﴿اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ﴾ یعنی اپنے معبودوں کی عبادت پر ڈٹے رہنے کی کوشش کرو، کوئی تمھیں ان کی عبادت سے روک نہ دے ﴿اِنَّ هٰذَا﴾ یہ جو محمد (ﷺ) بتوں کی عبادت سے روکتے ہیں ﴿لَشَیْءٌ یُّرَادُ﴾ ”یہ وہ چیز ہے جو مقصود ہے۔“ یعنی اس بارے میں اس کا مقصد اور نیت درست نہیں۔ یہ شبہ احمقوں کے ذہن ہی میں جگہ پا سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی حق یا باطل چیز کی طرف دعوت دیتا ہے تو اس کی نیت میں جرح وقدح کرتے ہوئے اس کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی نیت اور اس کا عمل اسی کے لیے ہے۔ اس کی دعوت کو صرف ان دلائل و براہین کے ذریعے سے رد کیا جا سکتا ہے جو اس کا فساد واضح کر کے اس کا ابطال کر سکیں اور ان کا مقصد تو صرف یہ بتانا تھا کہ محمد (ﷺ) صرف اس لیے دعوت دیتے ہیں کہ وہ تمھارے سردار، تمھارے بڑے اور تمھارے قائد بن جائیں۔ ﴿مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا﴾ یہ بات جو محمد (ﷺ) کہتے ہیں اور وہ دین، جس کی طرف یہ دعوت دیتے ہیں، اس کے بارے میں، ہم نے نہیں سنا ﴿فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ﴾ ”پچھلے مذہب میں۔“ یعنی قریب کے زمانے کی کسی ملت کے بارے میں سنا ہے نہ ہم نے اپنے آباء واجداد کو اس پر عمل کرتے پایا ہے اور نہ انھوں نے اپنے آباء واجداد کو اس پر عمل کرتے دیکھا ہے۔ پس اسی راستے پر چلتے رہو جس پر تمھارے آباء واجداد چلتے رہے ہیں۔ وہی حق ہے اور جس کی طرف محمد (ﷺ) دعوت دیتے ہیں وہ جھوٹ اور افترا پردازی کے سوا کچھ نہیں۔

یہ بھی اسی قسم کا شبہ ہے جس کا ذکر پہلے آ چکا ہے، کیونکہ انھوں نے ایک ایسی چیز کی بنا پر حق کو ٹھکرا دیا جو ایک نہایت ادنیٰ سی بات کو ٹھکرانے کے لیے بھی حجت اور دلیل نہیں بن سکتی، یعنی محمد مصطفیٰ (ﷺ) کی دعوت، ان کے گمراہ آباء واجداد کے قول کی مخالف ہے۔ ان کے آباء واجداد کے قول میں کون سی ایسی دلیل ہے جو رسول اللہ (ﷺ) کی دعوت کے بطلان پر دلالت کرتی ہو۔ ﴿ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا﴾ ”کیا ہم سب میں سے اسی پر نصیحت (کتاب) اتری ہے؟“ یعنی اسے ہم پر کون سی فضیلت حاصل ہے کہ ہمیں چھوڑ کر اس پر وحی نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اسے وحی کے لیے مختص کرتا ہے؟ یہ بھی باطل شبہ ہے۔ اس میں رسول اللہ (ﷺ) کی دعوت کو رد کرنے کے لیے کون سی دلیل ہے؟ کیا تمام انبیاء ورسل کے یہی اوصاف نہ تھے کہ اللہ انھیں رسالت سے سرفراز فرماتا اور مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے کا حکم دیتا تھا۔

چونکہ ان سے صادر ہونے والے یہ تمام اقوال، کسی لحاظ سے بھی رسول اللہ (ﷺ) کی لائی ہوئی دعوت کو رد کرنے کے لیے درست نہیں، اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ یہ اقوال کہاں سے صادر ہوئے ہیں اور بے شک وہ ﴿فِیْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِیْ﴾ ”میری نصیحت (کتاب) کے بارے میں شک میں ہیں۔“ ان کے پاس کوئی علم اور دلیل نہیں۔ جب وہ شک میں مبتلا ہو کر اس پر راضی ہو گئے، ان کے پاس واضح اور صریح حق آ گیا اور وہ اپنے شک

پر قائم رہے، تب انھوں نے کسی دلیل کی بنیاد پر نہیں بلکہ حق کو ٹھکرانے کے لیے یہ تمام باتیں کہیں۔ ان کی یہ تمام باتیں بہتان طرازی کے زمرے میں آتی ہیں۔ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ جو کوئی ان اوصاف کا حامل ہو اور وہ شک و عناد کی بنا پر باتیں کرے تو اس کا قول قابل قبول ہے نہ حق میں ذرہ بھر قادح ہے، بلکہ وہ تو ایسا شخص ہے جو محض اپنی اس بات کے سبب سے مذمّت اور ملامت کا مستحق ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو عذاب کی وعید سناتے ہوئے فرمایا: ﴿بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ﴾ ''انھوں نے ابھی تک میرے عذاب کا مزا نہیں چکھا۔'' انھیں ایسی باتیں کہنے کی اس لیے جرأت ہوئی ہے کہ وہ دنیا میں مزے اڑا رہے ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل نہیں ہوا۔ اگر انھوں نے اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مزا چکھا ہوتا تو وہ ایسی باتیں کہنے کی کبھی جرأت نہ کرتے۔

﴿اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ﴾ ''کیا ان کے پاس تیرے زبردست فیاض رب کی رحمت کے خزانے ہیں'' کہ وہ جس کو چاہیں عطا کریں اور جس کو چاہیں اس رحمت سے محروم کر دیں؟ کیونکہ ان کا قول ہے: ﴿ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا﴾ ''کیا ہم میں سے صرف یہی شخص ہے، جس پر ذکر نازل کر دیا گیا'' یعنی یہ اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہے جو ان کے قبضۂ قدرت میں نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر قرآن کے نزول کے معاملے میں سختی کر سکیں۔ ﴿اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا﴾ ''یا آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے ان پر ان کی حکومت ہے'' کہ جو چاہیں اسے پورا کرنے کی قدرت رکھتے ہیں ﴿فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ﴾ ''تب وہ ان راستوں پر چڑھ دیکھیں'' جو انھیں آسمان تک لے جائیں اور رسول اللہ (ﷺ) کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی رحمت سے محروم کر دیں۔

یہ مشرکین کیسی باتیں کرتے ہیں، حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کی کمزور ترین مخلوق ہیں؟ کیا ان کا مقصد گروہ بندی، باطل کی مدد کے لیے ایک دوسرے سے تعاون کرنا اور حق کو چھوڑنا ہے؟ فی الواقع یہی ان کا مقصود و مطلوب ہے، مگر ان کا یہ مقصد کبھی پورا نہیں ہوگا، ان کی کوششیں رائیگاں جائیں گی اور ان کے لشکر کو شکست فاش ہوگی۔ بنا بریں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ﴾ ''یہ بھی یہاں کے شکست خوردہ بڑے بڑے لشکروں میں سے ایک معمولی سا لشکر ہے۔''

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ۙ﴿۱۲﴾ وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ

جھٹلایا ان سے پہلے قوم نوح اور عاد نے اور فرعون میخوں والے نے ○ اور قوم ثمود اور قوم لوط

وَّاَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ الْاَحْزَابُ ﴿۱۳﴾ اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ﴿۱۴﴾ ۱۴ ع ۱۰

اور بَن والوں نے (بھی) یہ لشکر ہیں ○ نہیں ہیں ان میں سے کوئی بھی، مگر جھٹلایا اس نے رسولوں کو پس ثابت ہو گیا (ان پر) میرا عذاب ○

وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ﴿۱۵﴾

نہیں انتظار کر رہے ہیں یہ لوگ، مگر ایک زور کی آواز کا، نہیں ہوگا اس آواز کیلئے (درمیان میں) کوئی وقفہ ○

اللہ تبارک وتعالیٰ ان مشرکین کو ڈراتا ہے کہ کہیں ان کے ساتھ بھی وہی سلوک نہ کیا جائے جو ان سے پہلے گزری ہوئی قوموں کے ساتھ کیا گیا جو ان سے زیادہ قوت والی اور باطل پر ان سے زیادہ کمربستہ تھیں: ﴿ قَوۡمُ نُوۡحٍ وَّعَادٌ ﴾ ''قوم نوح اور عاد'' جو کہ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم تھی ﴿ وَّفِرۡعَوۡنُ ذُو الۡاَوۡتَادِ ﴾ ''اور میخوں والا فرعون'' یعنی جو عظیم فوج اور ہولناک قوت کا مالک تھا ﴿ وَثَمُوۡدُ ﴾ ''اور ثمود'' صالح علیہ السلام کی قوم ﴿ وَقَوۡمُ لُوۡطٍ وَّاَصۡحٰبُ لۡـَٔیۡکَۃِ ﴾ ''اور قوم لوط اور اصحاب ایکہ'' یعنی گھنے درختوں اور باغات کی مالک قوم' اس سے مراد حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم ہے۔ ﴿ اُولٰٓئِکَ الۡاَحۡزَابُ ﴾ جنھوں نے اپنی طاقت' افرادی قوت اور دنیاوی سازوسامان کو حق کو نیچا دکھانے کے لیے جمع کیا' مگر یہ سب کچھ ان کے کسی کام نہ آیا۔ ﴿ اِنۡ کُلٌّ ﴾ ''نہیں تھا کوئی'' گروہ ان میں سے ﴿ اِلَّا کَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ ﴾ ''مگر انھوں نے رسولوں کو جھٹلایا تو ثابت ہوگیا'' ان پر ﴿ عِقَابِ ﴾ ''عذاب میرا'' یعنی اللہ تعالیٰ کا۔ وہ کون سی چیز ہے جو انھیں پاک اور طاہر رکھ سکتی ہے کہ ان پر وہ عذاب نازل نہ ہو جو گزشتہ قوموں پر نازل ہوا۔ پس یہ لوگ انتظار کریں ﴿ صَیۡحَۃً وَّاحِدَۃً مَّا لَہَا مِنۡ فَوَاقٍ ﴾ ''صرف ایک زور کی آواز کا جس میں کوئی وقفہ نہیں ہوگا۔'' یعنی اب اس عذاب کو روکنا اور اس کا واپس ہونا ممکن نہیں۔ اگر یہ اپنے شرک اور انھی اعمال پر قائم رہے تو یہ چنگھاڑ انھیں ہلاک کر کے ان کا استیصال کر ڈالے گی۔

وَقَالُوۡا رَبَّنَا عَجِّلۡ لَّنَا قِطَّنَا قَبۡلَ یَوۡمِ الۡحِسَابِ ⑯ اِصۡبِرۡ عَلٰی مَا یَقُوۡلُوۡنَ

اور (کافروں نے) کہا: اے ہمارے رب! جلدی دے ہمیں ہمارا حصہ پہلے یوم حساب سے ○ صبر کیجیے ان باتوں پر جو وہ کہتے ہیں

وَاذۡکُرۡ عَبۡدَنَا دَاوٗدَ ذَا الۡاَیۡدِ ۚ اِنَّہٗۤ اَوَّابٌ ⑰

اور یاد کیجیے ہمارے بندے داود صاحب قوت کو' بے شک وہ بہت رجوع کرنے والا تھا ○

یہ جھٹلانے والے اپنی جہالت اور حق کے ساتھ عناد کی بنا پر عذاب کے لیے جلدی مچاتے ہوئے کہتے ہیں: ﴿ رَبَّنَا عَجِّلۡ لَّنَا قِطَّنَا ﴾ یعنی ہمارے حصے کا عذاب ہمیں جلدی دے دے ﴿ قَبۡلَ یَوۡمِ الۡحِسَابِ ﴾ ''حساب کے دن سے پہلے۔'' وہ اپنے اس قول سے باز نہیں آتے۔ اے محمد! یہ کفار سمجھتے ہیں کہ اگر آپ سچے ہیں تو آپ کی سچائی کی علامت یہ ہے کہ آپ ان پر عذاب لے آئیں' اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے فرمایا: ﴿ اِصۡبِرۡ عَلٰی مَا یَقُوۡلُوۡنَ ﴾ ''یہ جو کچھ کہتے ہیں اس پر صبر کیجیے۔'' جس طرح آپ سے پہلے انبیاء و مرسلین نے صبر کیا۔ ان کی باتیں حق کو کوئی نقصان پہنچا سکتی ہیں نہ آپ کو۔ وہ صرف اپنے آپ کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔

اِنَّا سَخَّرۡنَا الۡجِبَالَ مَعَہٗ یُسَبِّحۡنَ بِالۡعَشِیِّ وَالۡاِشۡرَاقِ ⑱ۙ وَالطَّیۡرَ مَحۡشُوۡرَۃً ؕ

بیشک ہم نے تابع کر دیا تھا پہاڑوں کو اس کے ساتھ وہ تسبیح بیان کرتے تھے شام و صبح ○ اور پرندوں کو بھی درآں حالیکہ وہ اکٹھے کر دیے جاتے تھے

كُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ ⑲ وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ⑳

سب اسکے آگے رجوع کرنے والے تھے○ اور مضبوط کردی تھی ہم نے بادشاہی اسکی اور دی تھی ہم نے اسے حکمت اور فیصلہ کن خطاب (کی صلاحیت)○

چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو صبر کرنے کا حکم دیا ہے' اس لیے آپ کو تلقین فرمائی کہ آپ اللہ وحدہ کی عبادت اور اس کے عبادت گزار بندوں کے احوال کو یاد کر کے صبر پر مدد لیں' جیسا کہ ایک دوسری آیت میں فرمایا: ﴿فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا﴾ (طٰہٰ: ۱۳۰/۲۰) (اے محمد!) جو یہ کہتے ہیں اس پر صبر کیجیے اور طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے' اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کیجیے۔" سب سے بڑے عبادت گزار انبیا میں سے اللہ کے نبی حضرت داود علیہ السلام ہیں وہ ﴿ذَا الْاَيْدِ﴾ "صاحب قوت تھے" جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے اپنے قلب و بدن میں عظیم طاقت رکھتے تھے۔ ﴿اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ﴾ یعنی وہ تمام امور میں انابت' محبت' تعبد' خوف' امید' کثرتِ گریہ زاری اور کثرتِ دعا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف بہت زیادہ رجوع کرنے والے تھے۔ اگر عبادت میں کوئی خلل واقع ہو جاتا' تو اس خلل کو دور کر کے سچی توبہ کے ساتھ اس کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔

یہ ان کی اپنے رب کی طرف انابت اور اس کی عبادت ہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کر دیا جو آپ کی معیت میں اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کرتے تھے ﴿بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ﴾ صبح اور شام کو ﴿وَ﴾ "اور" تابع کر دیا ﴿الطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً﴾ پرندوں کو بھی وہ آپ کے پاس جمع کر دیے گئے۔ ﴿كُلٌّ﴾ "سب کے سب" پہاڑ اور پرندے اللہ تعالیٰ کے لیے ﴿لَّهٗۤ اَوَّابٌ﴾ "مطیع تھے" اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی اطاعت کرتے ہوئے: ﴿يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ﴾ (سبا: ۱۰/۳۴) "اے پہاڑو! تم اس (داود) کے ساتھ اللہ کی تسبیح بیان کرو اور ہم نے پرندوں کو بھی یہی حکم دیا۔" یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے آپ کو عبادت کی توفیق سے نوازا، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنی اس نوازش کا ذکر فرمایا کہ اس نے آپ کو عظیم مملکت اور اقتدار عطا کیا، چنانچہ فرمایا: ﴿وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ﴾ "اور ہم نے ان کی بادشاہی کو استحکام بخشا۔" آپ کو جو اسباب' افرادی قوت اور دنیاوی ساز و سامان عطا کیا اس کے ذریعے سے ہم نے ان کی مملکت کو طاقت ور بنایا، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت داود علیہ السلام پر اپنے اس احسان کا ذکر فرمایا کہ اس نے آپ کو علم عطا کیا' چنانچہ فرمایا: ﴿وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ﴾ یعنی ہم نے آپ کو نبوت، حکمت اور علم عظیم سے سرفراز کیا۔ ﴿وَفَصْلَ الْخِطَابِ﴾ "اور بات کا فیصلہ (سکھایا)" یعنی لوگوں کے باہمی جھگڑوں میں فیصلہ کن بات کہنے کا ملکہ بخشا تھا۔

وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ㉑ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ

وقف لازم

اور کیا آئی آپکے پاس خبر جھگڑنے والوں کی' جب کہ وہ دیوار پھاند کر آ گئے کمرے میں○ جب وہ اندر آئے داود پر تو گھبرا گئے وہ ان سے

قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ

انہوں نے کہا نہ ڈریے (ہم) دو جھگڑنے والے ہیں زیادتی کی ہے ہمارے بعض نے بعض پر تو آپ فیصلہ فرمائیں ہمارے درمیان ساتھ حق کے اور نہ کیجیے بے انصافی

وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿٢٢﴾ اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ ۣ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ

اور رہنمائی کیجیے ہماری طرف سیدھی راہ کے ○ بے شک یہ میرا بھائی ہے اس کے لیے ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس دنبی ہے

وَّاحِدَةٌ ۣ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ﴿٢٣﴾ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ

ایک ہی پس (یہ) کہتا ہے میرے سپرد کر دے وہ بھی اور غالب آ جاتا ہے مجھ پر بات کرنے میں ○ آپ نے فرمایا البتہ تحقیق ظلم کیا ہے اس نے تجھ پر سوال کر کے

نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ

تیری دنبی کا (تاکہ ملا لے اسے بھی) اپنی دنبیوں میں اور بلاشبہ بہت سے شرکاء البتہ زیادتی کرتے ہیں بعض ان کے بعض پر، مگر وہ لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ۭ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ

جو ایمان لائے اور عمل کیے انہوں نے نیک اور تھوڑے ہیں ایسے لوگ اور گمان کیا داود نے کہ بے شک ہم نے آزمایا ہے اسے پس بخشش مانگی اس نے اپنے رب سے اور گر پڑا

رَاكِعًا وَّاَنَابَ ﴿٢٤﴾ السجدة فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ۭ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿٢٥﴾

رکوع میں اور رجوع کیا ○ پس بخش دی ہم نے اس کی یہ (غلطی) اور بے شک اس کے لیے ہمارے پاس البتہ بڑا قرب اور اچھا ٹھکانا ہے ○

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى

اے داود! بے شک ہم نے بنایا تجھے خلیفہ زمین میں، پس فیصلہ کر درمیان لوگوں کے ساتھ حق کے اور نہ اتباع کر خواہش نفس کی،

فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ

کہ وہ گمراہ کر دے تجھے اللہ کے راستے سے، بلاشبہ وہ لوگ جو گمراہ ہوتے ہیں اللہ کے راستے سے ان کے لیے ہے

عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿٢٦﴾ ع

عذاب سخت، بہ سبب اس کے جو بھلا دیا انہوں نے یوم حساب کو ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ اس نے اپنے نبی حضرت داود علیہ السلام کو فیصلہ کن خطاب کی صلاحیت سے نوازا اور وہ فیصلہ کرنے میں معروف تھے، نیز اس معاملے میں ان کی طرف لوگ قصد کرتے تھے، پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان دو اشخاص کے بارے میں خبر دی جو ایک جھگڑا لے کر ان کے پاس حاضر ہوئے۔ اس جھگڑے کو اللہ تعالیٰ نے حضرت داود علیہ السلام کے لیے آزمائش اور ایک ایسی لغزش سے نصیحت بنایا جو حضرت داود علیہ السلام سے واقع ہوئی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت داود علیہ السلام کی توبہ قبول کر کے بخش دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے یہ قضیہ پیش کیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ سے فرمایا: ﴿ وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ﴾ ”اور کیا تمھارے پاس ان

جھگڑنے والوں کی خبر آئی ہے۔“ یہ بڑی ہی تعجب انگیز خبر ہے۔ ﴿اِذْ تَسَوَّرُوا﴾ ”جب وہ دیوار پھاند کر آئے تھے“ حضرت داود علیہ السلام کے پاس ﴿الْمِحْرَابَ﴾ ”محراب میں۔“ یعنی اجازت طلب کیے بغیر آپ کی عبادت کرنے کی جگہ میں دروازے کے علاوہ دوسرے راستے سے داخل ہوئے۔ جب وہ اس طریقے سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ گھبرا گئے اور ان سے ڈر گئے' انھوں نے آپ سے کہا کہ ہم ﴿خَصْمٰنِ﴾ ”دو جھگڑا کرنے والے ہیں“ اس لیے ڈریے مت ﴿بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ﴾ ”ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کا ارتکاب کیا ہے“ ظلم کرتے ہوئے ﴿فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ﴾ لہٰذا ہمارے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ کیجیے اور کسی ایک طرف مائل نہ ہوں ﴿وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ﴾ ”اور بے انصافی نہ کیجیے اور سیدھے راستے کی طرف ہماری راہنمائی کیجیے۔“

اس پورے واقعے سے مقصود یہ ہے کہ حضرت داود علیہ السلام کو معلوم ہو گیا تھا کہ ان دو اشخاص کا مقصد واضح اور صریح حق ہے۔ جب یہ معاملہ ہوا اور وہ حضرت داود علیہ السلام کے سامنے حق کے ساتھ قصہ بیان کرتے ہیں تو اللہ کے نبی داود علیہ السلام نے ان کے وعظ و نصیحت سے تنگی محسوس کی نہ آپ نے ان کو ملامت کی۔

ان میں سے ایک نے کہا: ﴿اِنَّ هٰذَآ اَخِیْ﴾ ”بے شک یہ میرا بھائی“ یعنی اس نے دین' نسب یا دوستی کی اخوت کا ذکر کیا جو تقاضا کرتی ہے کہ زیادتی نہ کی جائے۔ اس بھائی سے زیادتی کا صادر ہونا غیر کی زیادتی سے بڑھ کر تکلیف دہ ہے ﴿لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً﴾ ”اس کی ننانوے دنبیاں ہیں“ اور یہ خیر کثیر ہے اور اس چیز پر قناعت کی موجب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کو عطا کی ہے ﴿وَّلِیَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ﴾ ”اور میرے پاس ایک دنبی ہے“ اور یہ اس میں بھی طمع رکھتا ہے۔ ﴿فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا﴾ اس کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ میری خاطر اسے چھوڑ دے اور اسے میری کفالت میں دے دے ﴿وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ﴾ اور اس نے بات چیت میں مجھے دبا لیا ہے حتیٰ کہ وہ میری دنبی کو حاصل کرنے ہی والا ہے۔

جب داود علیہ السلام نے اس کی بات سنی...... فریقین کی باتوں کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا تھا کہ فی الواقع ایسا ہوا ہے' اس لیے حضرت داود علیہ السلام نے ضرورت نہ سمجھی کہ دوسرا فریق بات کرے' لہٰذا اعتراض کرنے والے کے لیے اس قسم کے اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ حضرت داود علیہ السلام نے فریق ثانی کا موقف سننے سے پہلے فیصلہ کیوں کیا؟...... تو فرمایا: ﴿لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ﴾ ”یہ جو تیری دنبی مانگتا ہے کہ اپنی دنبیوں میں ملالے' بے شک تجھ پر ظلم کرتا ہے۔“ اکثر ساتھ اور مل جل کر رہنے والوں کی یہی عادت ہے' بنابریں فرمایا: ﴿وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ ”اور اکثر شریک ایک دوسرے پر زیادتی ہی کیا کرتے ہیں۔“ کیونکہ ظلم کرنا نفوس کا وصف ہے ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ”سوائے ان کے جو ایمان

لائے اور انھوں نے عمل صالح کیے۔'' کیونکہ انھیں ایمان اور عمل صالح کی معیت حاصل ہوتی ہے جو انھیں ظلم سے باز رکھتے ہیں۔ ﴿ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ ﴾ ''اور ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ ﴾ (سبا: ١٣/٣٤) ''اور میرے بندوں میں کم لوگ ہی شکر گزار ہوتے ہیں۔''

﴿ وَظَنَّ دَاوُدُ ﴾ جب حضرت داود علیہ السلام نے ان دونوں کے درمیان فیصلہ کیا تو آپ سمجھ گئے کہ ﴿ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ ﴾ ہم نے حضرت داود علیہ السلام کی آزمائش کے لیے یہ مقدمہ بنا کر ان کے سامنے پیش کیا ہے۔ ﴿ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ ﴾ جب آپ سے لغزش سرزد ہوئی تو آپ نے اپنے رب سے بخشش طلب کی ﴿ وَخَرَّ رَاكِعًا ﴾ ''اور جھک کر گر پڑے۔'' یعنی سجدے میں گر پڑے ﴿ وَأَنَابَ ﴾ اور سچی توبہ اور عبادت کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔ ﴿ فَغَفَرْنَا لَهُ ذَٰلِكَ ﴾ ''پس ہم نے معاف کر دی یہ لغزش'' جو آپ سے صادر ہوئی تھی اور مختلف انواع کی کرامات کے ذریعے سے آپ کو اکرام سے سرفراز کیا' فرمایا: ﴿ وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَىٰ ﴾ ''اور بلاشبہ ہمارے ہاں اس کے لیے خاص مرتبہ ہے'' یعنی بہت بلند مرتبہ' جو کہ ہمارا قرب ﴿ وَحُسْنَ مَآبٍ ﴾ ''اور اچھا انجام ہے''

حضرت داود علیہ السلام سے جو لغزش سرزد ہوئی' اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ اس کی کوئی حاجت نہیں' اس لیے اس بارے میں تعرض کرنا محض تکلف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو واقعہ بیان فرمایا ہے صرف اسی میں فائدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے لطف و کرم سے نوازا' آپ کی توبہ اور انابت کو قبول کیا' آپ کا مرتبہ بلند ہوا لہٰذا توبہ کے بعد آپ کو پہلے سے بہتر مرتبہ حاصل ہوا۔

﴿ يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ ﴾ ''اے داود! ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا'' تاکہ آپ دنیا میں دینی اور دنیاوی احکام نافذ کر سکیں ﴿ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ ﴾ ''لہٰذا لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کیجیے'' یعنی عدل وانصاف کے ساتھ اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک واجب کا علم اور واقعے کا علم نہ ہو اور حق کو نافذ کرنے کی قدرت نہ ہو۔

﴿ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ ﴾ ''اور خواہشات نفس کی پیروی نہ کیجیے۔'' ایسا نہ ہو کہ آپ کا دل کسی کی طرف اس کی قرابت' دوستی یا محبت یا فریق مخالف سے ناراضی کے باعث مائل ہو جائے ﴿ فَيُضِلَّكَ ﴾ ''پس وہ (خواہش نفس) آپ کو گمراہ کر دے'' ﴿ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ﴾ ''اللہ کی راہ سے'' اور آپ کو صراط مستقیم سے دور کر دے۔ ﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ﴾ ''بلاشبہ وہ لوگ جو اللہ کے راستے سے گمراہ ہو جاتے ہیں'' خاص طور پر وہ لوگ جو دانستہ طور پر اس کا ارتکاب کرتے ہیں۔ ﴿ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴾ ''ان کے لیے یوم جزا سے غافل رہنے کی وجہ سے' سخت عذاب ہے۔'' اگر وہ اسے یاد رکھتے اور ان کے دل میں اس کا خوف ہوتا تو فتنے میں مبتلا کرنے والی خواہشات نفس کبھی بھی انھیں ظلم اور ناانصافی کی طرف مائل نہ کر سکتیں۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ؕ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ

اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ انکے درمیان میں ہے' بے کار' یہ تو گمان ہے ان لوگوں کا جنھوں نے کفر کیا' پس ہلاکت ہے

لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ؕ ﴿٢٧﴾ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ

واسطے انکے جنھوں نے کفر کیا' دوزخ سے ○ کیا ہم کردیں گے انکو جو ایمان لائے اور عمل کیے انہوں نے نیک' مانند انکی جو فساد کرنے والے ہیں

فِي الْاَرْضِ ۫ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿٢٨﴾ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ

زمین میں؟ یا کردیں گے ہم پرہیز گاروں کو مانند بدکاروں کی؟ ○ (یہ) ایک کتاب ہے' نازل کیا ہم نے اسے آپ کی طرف'

مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿٢٩﴾

بڑی برکت والی' تاکہ وہ غور کریں اس کی آیتوں پر اور تاکہ نصیحت پکڑیں عقل والے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی حکمت کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے، نیز یہ کہ اس نے زمین وآسمان کو باطل، یعنی بغیر کسی فائدے' اور مصلحت کے کھیل تماشے کے طور پر عبث پیدا نہیں کیا۔ ﴿ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''یہ ان لوگوں کا گمان ہے جنھوں نے کفر کیا ہے'' اپنے رب کے ساتھ کہ وہ اپنے رب کے بارے میں ایسا گمان رکھتے ہیں جو اس کے جلال کے لائق نہیں۔ ﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ﴾ ''پس کافروں کے لیے آگ کی ہلاکت ہے۔'' یہ آگ ہے جو ان سے حق حاصل کرے گی اور انھیں پوری طرح عذاب میں مبتلا کرے گی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ اور حق کی خاطر تخلیق فرمایا ہے' ان کو اس لیے تخلیق فرمایا تاکہ بندوں کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کامل علم' کامل قدرت اور لامحدود قوت کا مالک ہے اور وہی اکیلا معبود ہے اور وہ معبود نہیں ہیں جو زمین وآسمان میں ایک ذرہ بھی تخلیق نہیں کر سکتے۔ حیات بعد الموت حق ہے اور قیامت کے روز اللہ نیکوکاروں اور بدکاروں کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔ کوئی جاہل شخص اللہ تعالیٰ کی حکمت کے بارے میں یہ گمان نہ کرے کہ وہ اپنے فیصلے میں نیک اور بد کے ساتھ مساوی سلوک کرے گا، اس لیے فرمایا: ﴿اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ﴾ ''کیا ہم انھیں جو ایمان لائے ہیں ان کی طرح بنا دیں جو زمین میں فساد کرتے ہیں یا ہم متقین اور بدکاروں کو یکساں کر دیں؟'' یعنی ایسا کرنا ہماری حکمت اور ہمارے حکم کے شایاں نہیں۔

﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ﴾ ''یہ کتاب جو ہم نے تم پر نازل کی ہے بابرکت ہے۔'' جو خیر کثیر اور علم بسیط کی حامل ہے۔ اس کے اندر ہدایت' ہر بیماری کی شفا اور نور ہے جس سے گمراہی کی تاریکیوں میں روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ اس کے اندر ہر وہ حکم موجود ہے' جس کے مکلفین محتاج ہیں اور اس کے اندر ہر مطلوب کے لیے قطعی دلائل موجود ہیں۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو تخلیق فرمایا ہے اس وقت سے لے کر اس کتاب سے زیادہ کوئی جلیل القدر کتاب نہیں آئی۔ ﴿لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ﴾ یعنی اس کتاب جلیل کو نازل کرنے کی حکمت یہ ہے کہ لوگ اس

کی آیات میں تدبر کریں، اس کے علم کا استنباط کریں اور اس کے اسرار و حکم میں غور و فکر کریں۔ یہ آیت کریمہ قرآن کریم میں تدبر کرنے کی ترغیب دیتی ہے اور اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ قرآن کریم میں تدبّر اور غور و فکر کرنا سب سے افضل عمل ہے، نیز یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ قراءت جو تدبّر و تفکر پر مشتمل ہو اس تلاوت سے کہیں افضل ہے جو بہت تیزی سے کی جاری ہو، مگر اس سے متذکرہ بالا مقصد حاصل نہ ہو رہا ہو۔ ﴿ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ ﴾ تاکہ عقل صحیح کے حاملین اس میں غور و فکر کر کے ہر علم اور ہر مطلوب حاصل کریں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہر انسان کو اپنی عقل کے مطابق اس عظیم کتاب سے نصیحت حاصل ہوتی ہے۔

وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ ۚ نِعْمَ الْعَبْدُ ۖ إِنَّهُ أَوَّابٌ ﴿٣٠﴾ إِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ

اور عطا کیا ہم نے داود کو سلیمان، اچھا بندہ تھا وہ، بلاشبہ وہ بہت رجوع کرنیوالا تھا ○ جب پیش کیے گئے اوپر اسکے شام کے وقت

الصَّافِنَاتُ الْجِيَادُ ﴿٣١﴾ فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي حَتَّىٰ تَوَارَتْ

(گھوڑے) اصیل تیز رو عمدہ ○ تو اس نے کہا بلاشبہ میں نے محبوب رکھا ہے اس مال کی محبت کو بوجہ اپنے رب کی یاد کے یہاں تک کہ چھپ گئے (گھوڑے)

بِالْحِجَابِ ﴿٣٢﴾ رُدُّوهَا عَلَيَّ ۖ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ ﴿٣٣﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ

اوٹ میں① ○ (کہا:) واپس لاؤ ان کو میرے پاس، پس لگے وہ (ہاتھ) پھیرنے پنڈلیوں اور گردنوں پر ○ اور البتہ تحقیق آزمایا ہم نے سلیمان کو

وَأَلْقَيْنَا عَلَىٰ كُرْسِيِّهِ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ ﴿٣٤﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي

اور ڈالا ہم نے اسکی کرسی پر ایک دھڑ، پھر اس نے رجوع کیا ○ کہا: اے میرے رب! بخش دے مجھے اور عطا کر مجھے ایسی بادشاہی کہ نہ لائق ہو

لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي ۖ إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿٣٥﴾ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً

واسطے کسی کے میرے بعد، بلاشبہ تو ہی ہے بہت عطا کرنے والا ○ پس تابع کردی ہم نے اسکے ہوا، چلتی تھی وہ اسکے حکم سے نرمی سے

حَيْثُ أَصَابَ ﴿٣٦﴾ وَالشَّيَاطِينَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَغَوَّاصٍ ﴿٣٧﴾ وَآخَرِينَ مُقَرَّنِينَ

جہاں کا وہ ارادہ کرتا ○ اور (تابع کر دیے) شیاطین (بھی) معمار اور غوطہ لگانے والے کو ○ اور دوسرے جو جکڑے ہوئے تھے

فِي الْأَصْفَادِ ﴿٣٨﴾ هَٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٩﴾

زنجیروں میں ○ یہ ہے ہماری بخشش پس احسان کر یا محفوظ رکھ، نہیں ہوگا کوئی حساب ○

وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ ﴿٤٠﴾

اور بے شک اس کے لیے ہمارے پاس البتہ بڑا قرب اور اچھا ٹھکانا ہے ○

اللہ تعالیٰ نے حضرت داود علیہ السلام کی مدح و ثنا بیان کرنے، ان کے ساتھ اور ان کی طرف سے جو کچھ پیش آیا اس کا ذکر کرنے کے بعد، ان کے بیٹے سلیمان علیہ السلام کی مدح و ثنا بیان کی، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ ﴾

---

① اس کا دوسرا ترجمہ یہ ہے "اپنے رب کی یاد سے حتیٰ کہ (سورج) پردے میں چھپ گیا" فاضل مفسر رحمہ اللہ نے اسی ترجمہ و مفہوم کے مطابق تفسیر کی ہے۔

یعنی ہم نے داود علیہ السلام کو سلیمان علیہ السلام عطا کر کے ان کی آنکھیں ٹھنڈی کیں۔ ﴿نِعۡمَ الۡعَبۡدُ﴾ ''سلیمان علیہ السلام بہترین بندے تھے'' کیونکہ وہ ان تمام اوصاف سے متصف تھے جو مدح و ثنا کے موجب ہیں۔ ﴿اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ﴾ یعنی وہ اپنے تمام احوال میں، تعبد، انابت، محبت، ذکر و دعا، آہ و زاری، اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی کوشش کرنے اور اس کی رضا کو ہر چیز پر مقدم رکھنے میں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف نہایت کثرت سے رجوع کرنے والے تھے۔

بنابریں جب ان کی خدمت میں خوب تربیت یافتہ، تیز رفتار گھوڑے پیش کیے گئے، جن کا وصف یہ تھا کہ جب وہ کھڑے ہوتے تو ایک پاؤں زمین سے اٹھائے رکھتے۔ ان کو پیش کیے جانے کا منظر نہایت ہی خوبصورت، خوش کن اور تعجب انگیز تھا، خاص طور پر ان لوگوں کے لیے جنھیں ان گھوڑوں کی ضرورت تھی، مثلاً بادشاہ وغیرہ۔ سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں یہ گھوڑے پیش ہوتے رہے حتیٰ کہ سورج چھپ گیا اور گھوڑوں کی محبت اور ان میں مصروفیت نے آپ کو عصر کی نماز اور ذکر الٰہی سے غافل کر دیا۔

سلیمان علیہ السلام نے اس کوتاہی پر جو ان سے ہوئی اظہار ندامت کرتے ہوئے، جس چیز نے آپ کو ذکر الٰہی سے غافل کیا اس کی وجہ سے اللہ کا تقرب حاصل کرتے ہوئے اور محبت الٰہی کو غیر اللہ کی محبت پر مقدم کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اِنِّیۡۤ اَحۡبَبۡتُ حُبَّ الۡخَیۡرِ﴾ یہاں (أَحْبَبْتُ) (آثَرْتُ) کے معنی کو متضمن ہے یعنی میں نے ''خیر'' کی محبت کو ترجیح دی ہے۔ ''خیر'' کے معنی عام طور پر ''مال'' لیے جاتے ہیں۔ مگر اس مقام پر متذکرہ بالا گھوڑے مراد ہیں ﴿عَنۡ ذِکۡرِ رَبِّیۡ ۚ حَتّٰی تَوَارَتۡ بِالۡحِجَابِ﴾ ''اپنے رب کی یاد سے حتیٰ کہ (سورج) پردے میں چھپ گیا۔'' سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: ﴿رُدُّوۡهَا عَلَیَّ﴾ ''ان کو میرے پاس واپس لاؤ۔'' حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس گھوڑے واپس لائے گئے۔ ﴿فَطَفِقَ مَسۡحًۢا بِالسُّوۡقِ وَ الۡاَعۡنَاقِ﴾ تو سلیمان علیہ السلام نے تلوار کے ساتھ ان کی ٹانگیں اور گردنیں کاٹنا شروع کر دیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَ لَقَدۡ فَتَنَّا سُلَیۡمٰنَ﴾ یعنی ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے ان کا اقتدار لے کر اس خلل کے سبب سے ان کو آزمایا جس کا طبیعت بشری تقاضا کرتی ہے۔ ﴿وَ اَلۡقَیۡنَا عَلٰی کُرۡسِیِّهٖ جَسَدًا﴾ ''اور ان کی کرسی پر ایک جسد ڈال دیا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے قضا و قدر کے ذریعے سے مقدر کر دیا کہ ایک شیطان سلیمان علیہ السلام کی کرسی پر آپ کی آزمائش کے عرصے کے دوران میں بیٹھے اور آپ کی سلطنت میں تصرف کرے۔ ①

---

① فاضل مفسر رحمہ اللہ کا یہ بیان اسرائیلی روایات ہی سے ماخوذ ہے جن سے مفسر نے اپنی پوری تفسیر میں بجا طور پر اجتناب کیا ہے۔ پتا نہیں فاضل مؤلف نے یہاں اس پر اعتماد کر کے کیوں یہ بات لکھ دی ہے۔ یہ آزمائش کیا تھی؟ کرسی پر ڈالا گیا جسم کس چیز کا تھا؟ اور اس کا مطلب کیا ہے؟ اس کی کوئی تفصیل قرآن کریم یا حدیث میں نہیں ملتی۔ اس لیے امام ابن کثیر وغیرہ کی رائے میں اس پر خاموشی ہی بہتر ہے۔ (ص۔ی)

﴿ثُمَّ اَنَابَ﴾ پھر سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور توبہ کی۔ ﴿قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ ”کہنے لگے اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھ کو ایسی بادشاہی عطا فرما کہ میرے بعد کسی کو شایاں نہ ہو۔ بے شک تو بڑا عطا فرمانے والا ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرما کر آپ کو بخش دیا اور آپ کی سلطنت آپ کو واپس کر دی اور اقتدار اور سلطنت میں مزید اضافہ کر دیا۔ آپ کے بعد اتنا زیادہ اقتدار کسی اور کو عطا نہیں کیا، شیاطین آپ کے لیے مسخر کر دیے گئے، آپ جو کچھ چاہتے وہ تعمیر کرتے تھے، وہ آپ کے حکم پر سمندر میں غوطہ خوری کرتے اور سمندر کی تہہ سے موتی نکال کر لاتے۔ ان میں جو کوئی آپ کی نافرمانی کرتا آپ اسے زنجیروں میں جکڑ کر قید کر دیتے۔ ہم نے سلیمان علیہ السلام سے کہا: ﴿هٰذَا عَطَآؤُنَا﴾ ”یہ ہمارا عطیہ ہے“ اس سے آنکھیں ٹھنڈی کیجیے۔ ﴿فَامْنُنْ﴾ جسے چاہیں عطا کریں۔ ﴿اَوْ اَمْسِكْ﴾ اور جسے چاہیں عطا نہ کریں۔ ﴿بِغَیْرِ حِسَابٍ﴾ اس بارے میں آپ پر کوئی حرج ہے نہ آپ سے کوئی حساب لیا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ حضرت سلیمان علیہ السلام کے کامل عدل اور بہترین فیصلوں کے بارے میں خوب جانتا تھا۔ آپ یہ نہ خیال کیجیے کہ یہ تمام نعمتیں سلیمان علیہ السلام کو صرف دنیا ہی میں حاصل تھیں، آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں، بلکہ آخرت میں بھی ان کو خیر کثیر سے نوازا جائے گا، اس لیے فرمایا: ﴿وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰی وَحُسْنَ مَاٰبٍ﴾ ”اور بے شک ان کے لیے ہمارے ہاں قرب اور عمدہ مقام ہے۔“ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقربین اور مکرمین کے زمرے میں شمار ہوتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مختلف انواع کی کرامات سے سرفراز فرمایا۔

فوائد

حضرت داود اور سلیمان علیہما السلام کے قصے سے مندرجہ ذیل فوائد اور حکمتیں مستفاد ہوتی ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ کے سامنے آپ سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کی خبریں بیان فرماتا ہے تاکہ وہ آپ کی ہمت بندھاتا رہے اور آپ کو اطمینان قلب حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ ان کی عبادت، ان کے صبر کی شدت اور ان کی انابت کا ذکر فرماتا ہے تاکہ آپ میں آگے بڑھنے اور اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول کا شوق اور اپنی قوم کی اذیت رسانی پر صبر کا جذبہ پیدا ہو۔ بنا بریں اس مقام پر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی اذیت رسانی، آپ کے اور آپ کی دعوت کے بارے میں ان کی بدکلامی کا ذکر کیا تو آپ کو صبر کرنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی تلقین کی کہ آپ اس کے بندے داود علیہ السلام کو یاد کر کے اس سے تسلی حاصل کریں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت میں استعمال ہونے والی قوت قلب اور قوت بدن کو پسند کرتا ہے اور اس کی مدح کرتا ہے، کیونکہ قوت کے ذریعے سے اطاعت الٰہی کے آثار اس کی خوبی اور اس کی جو کثرت حاصل ہوتی

ہے وہ کمزوری اور عدم قوت سے حاصل نہیں ہوتی، نیز آیات کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ بندے کو چاہیے کہ وہ اسباب قوت کے حصول کی کوشش کرتا رہے اور نفس کو کمزور کرنے والی بے کاری اور سستی کی طرف مائل ہونے سے بچے۔

۳۔ تمام امور میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا اللہ تعالیٰ کے انبیا اور اس کی خاص مخلوق کا وصف ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس وصف کی بنا پر حضرت داود اور حضرت سلیمان علیہما السلام کی مدح وثنا کی ہے۔ اقتدا کرنے والوں کو چاہیے کہ ان کی اقتدا کریں اور اہل سلوک ان کی راہ پر گامزن ہوں۔ ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ﴾ (الانعام: ۶/ ۹۰) ''یہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت سے سرفراز فرمایا' لہٰذا ان کی ہدایت کی پیروی کیجیے۔''

۴۔ ان آیات کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی داود علیہ السلام کو بہت خوبصورت آواز سے نوازا تھا جس کے سبب سے ٹھوس پہاڑ اور پرندے جھوم اٹھتے تھے۔ جب آپ صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے تو پرندے اور پہاڑ بھی آپ کے ساتھ تسبیح بیان کرتے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندے پر سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ وہ اسے علم نافع عطا کرے' اسے دانائی اور لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کی صلاحیت سے سرفراز کرے' جیسا کہ اس نے اپنے بندے حضرت داود علیہ السلام کو ان صلاحیتوں سے نوازا تھا۔

۶۔ جب کبھی اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندوں اور اس کے انبیاء ورسل سے کوئی خلل واقع ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ انھیں آزمائش اور ابتلا میں مبتلا کرتا ہے جس سے یہ خلل زائل ہو جاتا ہے اور وہ پہلے حال سے بھی زیادہ کامل حال کی طرف لوٹ آتے ہیں جیسا کہ حضرت داود اور حضرت سلیمان علیہما السلام کو آزمائش پیش آئی۔

۷۔ انبیاء ومرسلین اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے میں خطا سے پاک اور معصوم ہوتے ہیں' کیونکہ اس وصف کے بغیر رسالت کا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا' لیکن کبھی کبھی طبیعت بشری کے تقاضوں کی بنا پر کسی معصیت کا ارتکاب ہو جاتا ہے' مگر اللہ تعالیٰ اپنے لطف وکرم سے فوراً اس کا تدارک کر دیتا ہے۔

۸۔ آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت داود علیہ السلام اپنے غالب احوال میں' اپنے رب کی عبادت کے لیے اپنے محراب میں گوشہ نشین رہتے تھے' اسی لیے دونوں جھگڑنے والے اشخاص کو دیوار پھاند کر محراب میں آنا پڑا' کیونکہ حضرت داود علیہ السلام جب اپنے محراب میں چلے جاتے تو کوئی ان کے پاس نہ جا سکتا تھا۔ آپ کے پاس لوگوں کے بکثرت مقدمات آنے کے باوجود اپنا تمام وقت لوگوں کے لیے صرف نہیں کرتے تھے بلکہ انھوں نے اپنے لیے کچھ وقت مقرر کیا ہوا تھا جس میں خلوت نشیں ہو کر اپنے رب کی عبادت سے اپنی

آنکھوں کو ٹھنڈا کرتے تھے۔ یہ عبادت تمام امور میں اخلاص کے لیے ان کی مدد کرتی تھی۔

۹۔ حضرت داود علیہ السلام کے قصے سے مستنبط ہوتا ہے کہ حکام کے پاس حاضر ہونے میں ادب کو استعمال میں لایا جائے‘ کیونکہ مذکورہ بالا دونوں اشخاص جب اپنا جھگڑا لے کر حضرت داود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عام دروازے اور اس راستے سے آپ کے پاس نہیں گئے جو عام طور پر استعمال میں آتا تھا، اس لیے حضرت داوٗد علیہ السلام ان کو دیکھ کر گھبرا گئے۔ یہ چیز آپ پر نہایت گراں گزری‘ ان کے خیال میں یہ صورت حال آپ کے لائق نہ تھی۔

۱۰۔ جھگڑے کے کسی فریق کی طرف سوئے ادبی اور اس کا ناگوار رویہ حاکم کو حق کے مطابق فیصلہ کرنے سے نہ روکے۔

۱۱۔ ان آیات مبارکہ سے حضرت داود علیہ السلام کے کمال حلم کا اظہار ہوتا ہے‘ کیونکہ جب مذکورہ بالا دونوں شخص آپ کی اجازت طلب کیے بغیر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے...... حالانکہ آپ وقت کے بادشاہ تھے...... تو آپ ان سے ناراض ہوئے نہ ان کو جھڑکا اور نہ انھیں کوئی زجر و توبیخ ہی کی۔

۱۲۔ آیات کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ مظلوم کے لیے ظالم کو اس قسم کے الفاظ سے مخاطب کرنا جائز ہے۔ ”تو نے مجھ پر ظلم کیا“ ”اے ظالم!“ ”اے مجھ پر زیادتی کرنے والے!“ وغیرہ اس کی دلیل یہ ہے کہ انھوں نے کہا تھا ﴿خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ﴾ (صٓ: ۲۲/۳۸) ”ہم مقدمے کے دو فریق ہیں جن میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی۔“

۱۳۔ کوئی آدمی خواہ وہ کتنا ہی جلیل القدر اور صاحب علم کیوں نہ ہو‘ جب کوئی شخص خیر خواہی کرتے ہوئے اس کو نصیحت کرے تو اسے ناراض ہونا چاہیے نہ یہ نصیحت اس کو ناگوار گزرنی چاہیے‘ بلکہ شکر گزاری کے ساتھ اسے قبول کر لینا چاہیے‘ کیونکہ مقدمے کے فریقین نے حضرت داود علیہ السلام کو نصیحت کی تو آپ نے برا مانا نہ ناراض ہوئے اور نہ اس چیز نے آپ کو راہ حق سے ہٹایا‘ بلکہ آپ نے صریح حق کے ساتھ فیصلہ کیا۔

۱۴۔ اس قصے سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عزیز و اقارب اور دوستوں کا باہمی اختلاط‘ دنیاوی اور مالی تعلقات کی کثرت ان کے درمیان عداوت اور ایک دوسرے پر زیادتی کی موجب بنتی ہے، نیز یہ کہ اس قسم کی صورت حال سے صرف تقویٰ اور ایمان و عمل پر صبر ہی کے ذریعے سے بچا جا سکتا ہے اور یہی چیز لوگوں میں سب سے کم پائی جاتی ہے۔

۱۵۔ ان آیات کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ استغفار اور عبادت‘ خاص طور پر نماز گناہوں کو مٹا دیتی ہے‘ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داود علیہ السلام کی لغزش کی بخشش کو آپ کے استغفار اور سجود پر مترتب فرمایا۔

۱۶۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بندوں حضرت داود اور حضرت سلیمان علیہما السلام کو اکرام و تکریم‘ اپنے قرب اور

بہترین ثواب سے سرفراز فرمایا۔ ان کے بارے میں یہ نہ سمجھا جائے کہ ان کے ساتھ جو کچھ پیش آیا' اس کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے درجے میں کوئی کمی واقع ہو گئی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے مخلص بندوں پر کامل لطف و کرم ہے کہ جب وہ ان کی لغزشوں کو بخش دیتا ہے اور ان کے گناہوں کے اثرات کو زائل کر دیتا ہے تو ان پر مترتب ہونے والے تمام آثار کو بھی زائل کر دیتا ہے یہاں تک کہ ان اثرات کو بھی مٹا دیتا ہے جو مخلوق کے دلوں میں واقع ہوتے ہیں' کیونکہ جب مخلوق کو ان کے گناہ کا علم ہوتا ہے تو ان کے دلوں میں ان کا درجہ کم ہو جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ مخلوق کے دلوں میں اس اثر کو زائل کر دیتا ہے اور کریم و غفار کے لیے ایسا کرنا کوئی مشکل امر نہیں۔

۱۷۔ لوگوں کے درمیان فیصلے کرنا ایک دینی منصب ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور خاص بندوں کو مقرر فرمایا ہے' جسے یہ ذمہ داری سونپی جائے اسے حق کے ساتھ اور خواہشات نفس سے الگ ہو کر فیصلہ کرنا چاہیے۔ حق کے ساتھ فیصلے کرنا امور شرعیہ کے علم' محکوم بہ مقدمے کی صورت کے علم اور اس کو حکم شرعی میں داخل کرنے کی کیفیت کے علم کا تقاضا کرتا ہے' لہٰذا جو شخص ان میں سے کسی ایک کے علم سے بے بہرہ ہے وہ فیصلہ کرنے کے منصب کا اہل نہیں۔ اسے فیصلہ کرنے کے لیے آگے نہیں بڑھنا چاہیے۔

۱۸۔ حاکم کو چاہیے کہ وہ خواہش نفس سے بچے اور اس سے کنارہ کش رہے' کیونکہ نفس خواہشات سے خالی نہیں ہوتا' بلکہ وہ اپنے نفس سے مجاہدہ کرے تاکہ حق ہی اس کا مقصود و مطلوب ہو۔ فیصلہ کرتے وقت مقدمے کے فریقین میں سے کسی کے لیے محبت یا کسی کے لیے ناراضی دل سے نکال دے۔

۱۹۔ حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داود علیہ السلام کے فضائل ہی میں سے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حضرت داود علیہ السلام پر احسان تھا کہ اس نے آپ کو سلیمان علیہ السلام سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندے پر سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ وہ اسے صالح اولاد عطا کرے اور اگر اولاد عالم فاضل ہو تو یہ نور علیٰ نور ہے۔

۲۰۔ ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی مدح و ثنا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ نِعْمَ الْعَبْدُ ۖ إِنَّهُ أَوَّابٌ ﴾ ''بہت اچھا بندہ اور نہایت کثرت سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا ہے۔''

۲۱۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کے لیے خیر کثیر اور ان پر احسان ہے کہ وہ انھیں صالح اعمال اور مکارم اخلاق کی توفیق سے سرفراز کرتا ہے، پھر ان اخلاق و اعمال کی بنا پر ان کی مدح و ثنا کرتا ہے' حالانکہ وہ خود ہی عطا کرنے والا ہے۔

۲۲۔ ان آیات کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی محبت کو ہر چیز کی محبت پر ترجیح دیتے تھے۔

۲۳۔ ان آیات سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ ہر وہ چیز جو بندۂ مومن کو اللہ تعالیٰ سے غافل کر کے اپنے اندر مشغول کر لے وہ مذموم اور منحوس ہے۔ بندۂ مومن کو چاہیے کہ وہ اس سے علیحدہ ہو جائے اور اس چیز کی طرف توجہ دے جو اس کے لیے زیادہ فائدہ مند ہے۔

۲۴۔ ان آیات کریمہ سے یہ مشہور قاعدہ مستفاد ہوتا ہے کہ ''جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی چیز ترک کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اسے اس سے بہتر عوض عطا کرتا ہے'' چنانچہ سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی محبت کو مقدم رکھتے ہوئے' سدھائے ہوئے تیز رفتار گھوڑوں کو ذبح کر دیا' جو نفوس کو بہت محبوب ہوتے ہیں' تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بہتر عوض عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے نرم رفتار ہوا کو مسخر کر دیا' جو آپ کے حکم سے اسی سمت میں جس کا آپ قصد و ارادہ کرتے' صبح کے وقت ایک مہینے کی راہ تک اور شام کے وقت ایک مہینے کی راہ تک چلتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے شیاطین کو مسخر کر دیا جو ایسے کام کر سکتے تھے جنھیں کرنے پر انسان قادر نہ تھے۔

۲۵۔ سلیمان علیہ السلام ایک بادشاہ اور نبی تھے جو اپنی من مرضی کر سکتے تھے' لیکن انھوں نے عدل و انصاف کے سوا کسی چیز کا ارادہ نہ کیا۔ نبی عبد کا ارادہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہوتا ہے اس کا ہر فعل و ترک صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہوتا ہے' جیسا کہ ہمارے نبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا حال تھا اور یہ کامل ترین حال ہے۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿۴۱﴾ اُرْكُضْ

اور یاد کر ہمارے بندے ایوب کو جب پکارا اس نے اپنے رب کو کہ بلاشبہ پہنچائی مجھے شیطان نے تکلیف اور ایذاء ○ (فرمایا) تو مار (زمین پر

وقف لازم

بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ

اپنا پیر یہ (پانی) ہے غسل کرنے کو ٹھنڈا اور پینے کو ○ اور عطا کیے ہم نے اس کو اس کے گھر والے اور انکے برابر (اور) انکے ساتھ'

رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۴۳﴾ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ

اپنی رحمت سے اور نصیحت واسطے عقل مندوں کے ○ اور پکڑ اپنے ہاتھ میں ایک مٹھا تنکوں کا (یعنی جھاڑو) اور مار ساتھ اس کے (اپنی بیوی کو)

وَلَا تَحْنَثْ ۭ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾

اور نہ توڑ قسم' بے شک پایا ہم نے اسے صابر' اچھا بندہ تھا وہ' بلاشبہ وہ بہت رجوع کرنے والا تھا ○

﴿ وَاذْكُرْ ﴾ ''اور یاد کرو'' یعنی نصیحت والی اس کتاب عظیم کے اندر ﴿ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ﴾ ''ہمارے بندے ایوب کا'' بہترین پیرائے میں ذکر کیجیے اور احسن طریقے سے ان کی مدح و ثنا کیجیے۔ جب انھیں تکلیف اور مصیبت پہنچی تو انھوں نے اس تکلیف پر صبر کیا اور غیر کے سامنے اپنے رب کا شکوہ کیا نہ اس کے سوا کسی اور کا سہارا لیا ﴿ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ ﴾ جب ایوب علیہ السلام نے غیر اللہ کے پاس نہیں' بلکہ اللہ تعالیٰ کے پاس شکوہ کرتے اور اس سے دعا کرتے ہوئے اسی کو

پکارا اور عرض کیا: اے میرے رب! ﴿ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴾ یعنی شیطان نے مجھے مشقت انگیز اور نہایت تکلیف دہ عذاب میں ڈال دیا ہے۔ شیطان کو آپ کے جسد پر تسلط حاصل ہو گیا‘ اس نے پھونک ماری تو جسم پر پھوڑے بن گئے، پھر ان سے پیپ بہنے لگی اور اس کے بعد معاملہ بہت سخت ہو گیا اور اسی طرح ان کا مال اور ان کے اہل و عیال بھی ہلاک ہو گئے۔ ان سے کہا گیا ﴿ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ﴾ یعنی اپنی ایڑی زمین پر ماریں۔ آپ کے لیے ایک چشمہ زمین سے پھوٹ پڑے گا‘ اس چشمے کا پانی پیجیے اور اس سے غسل کیجیے۔ آپ کی بیماری اور تکلیف دور ہو جائے گی۔ آپ نے ایسا ہی کیا تو آپ کی بیماری دور ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفا بخش دی۔

﴿ وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ ﴾ ”اور ہم نے انھیں ان کے اہل و عیال عطا کر دیے۔“ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اہل و عیال کو زندہ کر دیا تھا۔ ﴿ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ ﴾ اور دنیا میں اتنے ہی اور عطا کر دیے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت زیادہ مال سے بہرہ مند کر کے نہایت مال دار کر دیا ﴿ رَحْمَةً مِّنَّا ﴾ یعنی ہماری طرف سے ہمارے بندے ایوب پر رحمت تھی‘ کیونکہ انھوں نے صبر کیا اور ہم نے ان کو اپنی رحمت سے دنیاوی اور اخروی ثواب سے بہرہ مند کیا۔ ﴿ وَذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ ﴾ تاکہ عقل مند لوگ حضرت ایوب علیہ السلام کی حالت سے نصیحت اور عبرت پکڑیں اور انھیں معلوم ہو جائے کہ جو کوئی مصیبت میں صبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے دنیاوی اور اخروی ثواب سے نوازتا ہے اور جب وہ دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو حکم دیا۔ ﴿ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا ﴾ ”اور اپنے ہاتھ میں جھاڑو لو“ یعنی درخت کی باریک شاخوں کا گٹھا ﴿ فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ﴾ ”اور اس سے مارو اور قسم نہ توڑو۔“ مفسرین کہتے ہیں کہ ایوب علیہ السلام بیماری اور تکلیف کے دوران میں کسی معاملے میں اپنی بیوی سے ناراض ہو گئے تھے‘ اس پر آپ نے قسم کھائی تھی کہ وہ اپنی بیوی کو سو کوڑے ماریں گے۔ ان کی بیوی‘ انتہائی نیک اور آپ کے ساتھ بھلائی کرنے والی خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس خاتون پر اور حضرت ایوب علیہ السلام پر رحم فرمایا اور فتویٰ دیا کہ وہ درخت کی باریک سو شاخوں کا گٹھا لے کر اس سے ایک ہی دفعہ ماریں‘ ان کی قسم پوری ہو جائے گی۔

﴿ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ﴾ یعنی ہم نے آپ کو بہت بڑی بیماری اور تکلیف کے ذریعے سے آزمایا اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی خاطر صبر کیا۔ ﴿ نِعْمَ الْعَبْدُ ﴾ ”وہ بہترین بندے تھے“ جنھوں نے خوشی اور مصیبت‘ خوش حالی اور بدحالی میں عبودیت کے مراتب کی تکمیل کی ﴿ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴾ یعنی آپ اپنے دینی اور دنیاوی مطالب میں اللہ تعالیٰ کی طرف بہت زیادہ رجوع کرنے والے‘ اپنے رب کا بہت زیادہ ذکر کرنے والے‘ اس کو بہت زیادہ پکارنے والے‘ اس سے محبت اور اس کی عبادت کرنے والے تھے۔

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ (٤٥) اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ

اور یاد کیجیے! ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب اصحاب قوت و بصیرت کو ○ بے شک چن لیا تھا ہم نے ان کو

بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ (٤٦) وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ (٤٧)

ایک خاص (خصلت) کے ساتھ (وہ ہے) یاد آخرت ○ اور بے شک وہ ہمارے نزدیک البتہ برگزیدہ نیک بندوں میں سے تھے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ﴾ ’’ہمارے اور بندوں کا ذکر کیجیے‘‘ جنھوں نے خالص ہماری عبادت کی اور ہمیں اچھی طرح یاد کیا ﴿اِبْرٰهِيْمَ﴾ ’’ابراہیم‘‘ خلیل اللہ ﴿وَ﴾ ’’اور‘‘ ان کے بیٹے ﴿اِسْحٰقَ وَ﴾ ’’اسحاق اور‘‘ ان (ابراہیم علیہ السلام) کے پوتے ﴿يَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ﴾ ’’یعقوب یہ سب قوت والے تھے۔‘‘ یعنی جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے قوت رکھتے تھے۔ ﴿وَالْاَبْصَارِ﴾ اور اللہ تعالیٰ کے دین میں بصیرت سے بہرہ مند تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان سب کو علم نافع اور عمل صالح سے موصوف کیا۔ ﴿اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ﴾ ’’بے شک ہم نے انھیں ایک امتیازی بات کے ساتھ خاص کیا۔‘‘ یعنی بہت بڑی خالص صفت کیساتھ جو کہ ﴿ذِكْرَى الدَّارِ﴾ ’’آخرت کی یاد ہے‘‘ یعنی ہم نے آخرت کی یاد ان کے دلوں میں جاگزیں کر دی، عمل صالح کو ان کے وقت کا مصرف، اخلاص اور مراقبے کو ان کا دائمی وصف بنا دیا۔ ہم نے ان کو اس طرح آخرت کی یاد بنا دیا کہ نصیحت پکڑنے والا ان کے احوال سے نصیحت اور عبرت حاصل کرنے والا عبرت حاصل کرتا ہے اور یہ بہترین طریقے سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ ﴿وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ﴾ ’’اور یقیناً وہ ہمارے نزدیک منتخب لوگوں میں سے ہیں‘‘ جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنی بہترین مخلوق میں سے چن لیا۔ ﴿الْاَخْيَارِ﴾ ’’بہترین لوگ ہیں‘‘ یعنی وہ لوگ اخلاق کریمہ اور عمل صالح کے حامل ہیں۔

وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ (٤٨) هٰذَا ذِكْرٌ ؕ

اور یاد کیجیے! اسماعیل اور یسع اور ذوالکفل کو، اور ہر ایک (ان میں سے) نیکوں میں سے تھا ○ یہ ایک نصیحت ہے

وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ (٤٩)

اور بے شک واسطے متقیوں کے البتہ اچھا ٹھکانا ہے ○

یعنی ان انبیائے کرام کو احسن طریقے سے یاد کیجیے اور بہترین طریقے سے ان کی مدح و ثنا کیجیے، کیونکہ یہ سب بہترین لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں سے چن لیا، ان کو کامل ترین احوال، بہترین اعمال و اخلاق، قابل تعریف اوصاف اور درست خصائل کا حامل بنایا۔ ﴿هٰذَا﴾ ’’یہ‘‘ یعنی انبیاء و مرسلین اور ان کے اوصاف کا تذکرہ تو ﴿ذِكْرٌ﴾ ’’نصیحت ہے‘‘ اس نصیحت کرنے والے قرآن کریم میں تاکہ ان کے احوال سے نصیحت حاصل کرنے والے نصیحت حاصل کریں، اقتدا کرنے والے ان کے اوصاف حمیدہ کی پیروی کے مشتاق ہوں اور ان اوصاف

زکیہ اور ثنائے حسن کی معرفت حاصل ہو، جن سے اللہ تعالیٰ نے ان کو سرفراز فرمایا۔ یہ بھی ذکر کی ایک قسم ہے، یعنی اہل خیر کا تذکرہ، اہل خیر اور اہل شر کی جزا و سزا کا تذکرہ بھی ذکر ہی کی ایک قسم ہے، اس لیے فرمایا:

جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ﴿٥٠﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ

باغات ہیں ہمیشہ رہنے کے، کھولے جائیں گے ان کیلئے (انکے) دروازے ○ تکیہ لگائے ہوں گے ان میں، منگوائیں گے وہ ان میں میوے

كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ﴿٥١﴾ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ﴿٥٢﴾ هٰذَا مَا

بہت سے اور شراب ○ اور ان کے پاس ہوں گی نیچی نگاہ رکھنے والیں ہم عمر (بیویاں) ○ (انہیں کہا جائے گا:) یہ ہے (وہ جزا) جسکا

تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿٥٣﴾ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ﴿٥٤﴾

وعدہ دیے جاتے تھے تم واسطے یوم حساب کے ○ بے شک یہ البتہ ہمارا رزق ہے، نہیں ہے اس کے لیے ختم ہونا ○

النصف

﴿وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ یعنی ان تمام مومنین اور مومنات کے لیے جو اپنے رب کے حکم کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب کے ذریعے سے تقویٰ اختیار کرتے ہیں ﴿لَحُسْنَ مَاٰبٍ﴾ بہترین ٹھکانا اور خوب ترین مرجع ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس بہترین ٹھکانے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿جَنّٰتِ عَدْنٍ﴾ یعنی ہمیشہ سرسبز و شاداب رہنے والے باغات، جن کے کمال اور جن کی نعمتوں کے باعث یہاں کے رہنے والے ان کو کبھی بدلنا نہیں چاہیں گے۔ وہ وہاں سے خود نکلیں گے نہ ان کو نکالا جائے گا۔ ﴿مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ﴾ یعنی ان کی خاطر جنت کی منازل و مساکن کے دروازے کھلے رکھے جائیں گے، ان کو خود دروازے کھلوانے کی حاجت نہیں ہوگی، بلکہ ان کی خدمت کی جائے گی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہاں مکمل امن و امان ہوگا۔ جنت عدن میں کوئی ایسی خطرے کی بات نہ ہوگی جو دروازے بند رکھنے کی موجب ہو۔

﴿مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا﴾ وہ سجائی ہوئی نشست گاہوں اور آراستہ کیے ہوئے تختوں پر ٹیک لگا کر بیٹھیں گے ﴿يَدْعُوْنَ فِيْهَا﴾ یعنی وہ اپنے خدام کو حکم دیں گے ﴿بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ﴾ کہ وہ ان کی خدمت میں بکثرت پھل اور مشروبات پیش کریں، جن کو ان کے نفس پسند کریں گے اور ان کی آنکھیں لذت حاصل کریں گی۔ یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ وہاں ان کو کامل نعمت، کامل راحت و طمانیت اور کامل لذت حاصل ہوگی۔ ﴿وَعِنْدَهُمْ﴾ ”ان کے پاس“ گوری چٹی موٹی آنکھوں والی بیویاں ہوں گی۔ ﴿قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ﴾ یعنی دونوں میاں بیوی آپس میں ایک دوسرے کے حسن و جمال اور ایک دوسرے کے ساتھ محبت کے باعث نظریں جھکائے ہوئے ہوں گے۔ وہ دونوں میاں بیوی کسی اور طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھیں گے، وہ اپنے ساتھی کو بدلنا چاہیں گے نہ اس کے عوض کچھ اور چاہیں گے۔ ﴿اَتْرَابٌ﴾ یعنی وہ میاں بیوی ہم عمر ہوں گے۔ وہ جوانی کے بہترین دور اور انتہائی لذت انگیز عمر میں ہوں گے۔

﴿هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ﴾ ”(اے تقویٰ شعار لوگو!) یہ وہ چیزیں ہیں جن کا تمھارے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا“

﴿لِيَوْمِ الْحِسَابِ﴾ ''حساب کے دن کے لیے۔'' یہ تمھارے نیک اعمال کی جزا ہے۔ ﴿اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا﴾ ''یقیناً یہ ہمارا رزق ہے'' جو ہم نے اہل جنت کو عطا کیا ہے۔ ﴿مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ﴾ یہ رزق کبھی منقطع نہ ہوگا بلکہ وہ دائمی ہوگا اور ہر آن اس میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ یہ سب کچھ رب کریم کے لیے کوئی بڑا کام نہیں ہے جو رؤف و رحیم، محسن و جواد، واسع و غنی، قابل تعریف، لطف عظیم کا حامل، نہایت مہربان بادشاہ، با اختیار، جلیل القدر، جمیل الشان، احسان کرنے والا، بے پناہ فضل اور متواتر کرم کا مالک ہے۔ وہ ایسی ہستی ہے جس کی نعمتوں کو شمار کیا جاسکتا ہے نہ اس کے کسی احسان کا احاطہ کیا جاسکتا ہے۔

هٰذَا ؕ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ۙ﴿۵۵﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۵۶﴾

یہ ہے (معاملہ اہل خیر کا) اور بلاشبہ سرکشوں کیلئے البتہ بہت برا ٹھکانا ہے ○ (یعنی) جہنم داخل ہونگے وہ اس میں پس بری ہے آرام کرنیکی جگہ ○

هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ۙ﴿۵۷﴾ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ ؕ﴿۵۸﴾ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ

یہ ہے، پس چکھیں وہ اسکو کھولتا ہوا پانی اور پیپ ○ اور دوسرے (عذاب) ہیں اسکی مثل ہی کئی قسم کے ○ یہ ہے ایک گروہ جو گھسا چلا آتا ہے

مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ؕ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۟ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ ؕ اَنْتُمْ

تمہارے ساتھ، نہ زمین کی فراخی ہو ان کیلئے بیشک یہ داخل ہونے والے ہیں آگ میں ○ وہ کہیں گے نہ زمین کی فراخی ہو تمہارے لیے تم ہی

قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا

آگے لائے ہو اسکو ہمارے، پس بری قرارگاہ ہے ○ وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! جو آگے لایا ہمارے یہ (عذاب) پس زیادہ کر اسکو عذاب دگنا

فِي النَّارِ ﴿۶۱﴾ وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ؕ﴿۶۲﴾ اَتَّخَذْنٰهُمْ

آگ میں ○ اور وہ کہیں گے: کیا ہے ہمارے لیے نہیں ہم دیکھتے ان آدمیوں کو کہ تھے ہم شمار کرتے انکو برے لوگوں میں؟ ○ کیا بنائے رکھا ہم نے انکو

سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿۶۳﴾ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ع ﴿۶۴﴾

(دنیا میں) مذاق (غلط طور پر) یا پھر گئیں ان سے (ہماری) نگاہیں؟ ○ بلاشبہ یہ البتہ حق ہے، باہم جھگڑنا اہل دوزخ کا ○

۴ ع ۱۴

﴿هٰذَا﴾ ''یہ'' جزا جس کا ہم نے وصف بیان کیا ہے اہل تقویٰ کے لیے ہے۔ ﴿وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ﴾ یعنی کفر و معاصی میں حد سے بڑھے ہوئے لوگوں کے لیے ﴿لَشَرَّ مَاٰبٍ﴾ بدترین ٹھکانا اور لوٹنے کی جگہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿جَهَنَّمَ﴾ ''جہنم ہے'' جس میں ہر قسم کا عذاب جمع کر دیا گیا ہے، جس کی حرارت بہت شدید اور اس کی ٹھنڈک انتہا کو پہنچی ہوئی ہوگی۔ ﴿يَصْلَوْنَهَا﴾ جہاں ان کو عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ یہ عذاب انھیں ہر طرف سے گھیر لے گا ان کے نیچے بھی آگ ہوگی اور اوپر سے بھی آگ برسے گی۔ ﴿فَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾ بدترین مسکن اور ٹھکانا ہوگا جو ان کے لیے تیار کیا گیا ہوگا۔

﴿هٰذَا﴾ یہ بدترین ٹھکانا، یہ سخت عذاب، یہ فضیحت و رسوائی اور یہ سزا ﴿فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ﴾ پس اسے چکھو

کھولتا ہوا پانی ہوگا' جو سخت گرم ہوگا جسے جہنمی پئیں گے جو ان کی انتڑیوں کو کاٹ ڈالے گا۔ ﴿وَغَسَّاقٌ﴾ یہ بدترین پینے کی چیز ہوگی جو پیپ اور خون پر مشتمل ہوگی جو بہت کڑوی اور انتہائی بدبودار ہوگی۔

﴿وَاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ﴾ یعنی اس کی ایک اور قسم ﴿اَزْوَاجٌ﴾ یعنی عذاب کی متعدد انواع و اقسام ہوں گی جن میں ان کو مبتلا کیا جائے گا اور اس عذاب کے ذریعے سے ان کو رسوا کیا جائے گا۔ جب وہ جہنم میں داخل ہوں گے تو ایک دوسرے کو سبّ و شتم کرتے ہوئے کہیں گے: ﴿هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ﴾ ''یہ ایک فوج ہے جو تمھارے ساتھ گھسی چلی آرہی ہے'' آگ میں ﴿لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ﴾ ''ان کے لیے کوئی خیر مقدم نہیں ہے۔ بے شک یہ دوزخ میں جانے والے ہیں۔'' ﴿قَالُوْا﴾ وہ گھسے چلے آنے والے لوگ کہیں گے: ﴿بَلْ اَنْتُمْ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ﴾ ''بلکہ تم ہی ہو' تمھارا خیر مقدم نہ ہو' تم ہی تو لائے تھے اسے'' یعنی عذاب کو ﴿لَنَا﴾ ''ہمارے پاس'' کیونکہ تم نے ہمیں دعوت دی' ہمیں فتنے میں مبتلا کر کے گمراہ کیا اور تم ہی ہمارے لیے اس عذاب کا سبب بنے ہو۔ ﴿فَبِئْسَ الْقَرَارُ﴾ اب ہم سب کے لیے یہ بدترین ٹھکانا ہے۔

پھر وہ ان گمراہ کنندہ لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں گے اور ﴿قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ﴾ ''کہیں گے: اے ہمارے رب! جو اس کو ہمارے سامنے لایا ہے' اسے دوزخ میں دُگنا عذاب دینا۔'' ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ﴾ (الاعراف: ۳۸/۷) ''(اس وقت) اللہ فرمائے گا: سب کے لیے دُگنا عذاب ہے' مگر تم جانتے نہیں۔''

﴿وَقَالُوْا﴾ اور وہ جہنم کے اندر کہیں گے: ﴿مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ﴾ یعنی ہمیں کیا ہوگیا ہے' جن کے بارے میں ہم سمجھتے تھے کہ یہ برے لوگ ہیں اور جہنم کے عذاب کے مستحق ہیں وہ آج ہمیں نظر نہیں آرہے؟ مراد اہل ایمان ہیں' جہنمی ان کو جہنم میں تلاش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کا برا کرے' کیا وہ ان کو جہنم میں نظر آئیں گے؟

﴿اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ﴾ ''کیا ہم نے ان سے مذاق کیا تھا یا ہماری آنکھیں پھر گئی ہیں۔'' یعنی ان کا ہمیں نظر نہ آنا دو اسباب میں سے ایک سبب پر مبنی ہے' یا تو ہم ان کو اشرار شمار کرنے میں غلطی پر تھے' حالانکہ وہ اچھے لوگ تھے۔ تب ان کے بارے میں ہماری باتیں تمسخر و استہزا کے زمرے میں آئیں گی۔ حقیقت فی الواقع یہی ہے' جیسا کہ جہنمیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ○ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ﴾ (المومنون: ۲۳/۱۰۹-۱۱۰) ''بے شک میرے بندوں میں سے کچھ لوگ جب یہ کہتے: اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے' لہٰذا ہمیں بخش دے' ہم پر رحم فرما اور تو سب سے اچھا رحم فرمانے والا ہے' تو تم نے ان کا تمسخر اڑایا اور انھیں نشانۂ تضحیک بنایا کرتے تھے۔''

دوسری بات یہ بھی ہو سکتی ہے کہ شاید وہ ہمارے ساتھ عذاب میں مبتلا ہوں مگر وہ ہماری نظروں سے اوجھل رہ گئے ہوں۔ ایک احتمال یہ ہے کہ ان کا اہل ایمان کے بارے میں یہ موقف' دنیا میں ان کے دلوں میں جڑ پکڑ کر عقائد میں ڈھل گیا تھا' انھوں نے اہل ایمان کے بارے میں نہایت کثرت سے جہنمی ہونے کا حکم لگایا' وہ ان کے دلوں میں بیٹھ گیا تھا اور ان کے دل اسی رنگ میں رنگے گئے تھے۔ اسی حال میں انھوں نے متذکرہ بالا الفاظ کہے۔ یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ ان کا کلام' خلاف واقعہ اور ملمع سازی کے زمرے میں آتا ہے' جیسا کہ وہ دنیا میں ملمع سازی کیا کرتے تھے' حتی کہ انھوں نے جہنم میں بھی ملمع سازی کی' اسی لیے اہل اعراف اہل جہنم سے کہیں گے:

﴿ اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ۭ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴾ (الاعراف: ٤٩/٧) ''کیا یہ وہی لوگ نہیں جن کے بارے میں تم لوگ قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ اللہ ان کو اپنی رحمت سے بہرہ مند نہیں کرے گا۔ (ان کو یوں حکم ہوگا کہ) تم جنت میں داخل ہو جاؤ' تم پر کوئی خوف ہے نہ تم غمگین ہوگے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی دی ہوئی خبر کی تاکید کے طور پر فرمایا اور وہ سب سے زیادہ سچ کہنے والا ہے۔ ﴿ اِنَّ ذٰلِكَ ﴾ ''بے شک یہ'' جس کا میں نے تمھارے سامنے ذکر کیا ہے ﴿ لَحَقٌّ ﴾ ''حق ہے'' اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ یہ ﴿ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ﴾ ''اہل جہنم کا ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑا اور تنازعہ ہے۔''

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ڰ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿٦٥﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ
کہہ دیجیے: بے شک میں تو صرف ایک ڈرانے والا ہوں' اور نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے' جو ایک ہے' بڑا زبردست ○ رب آسمانوں
وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿٦٦﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿٦٧﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ
اور زمین کا اور (اس کا) جو کچھ ان (دونوں) کے درمیان میں ہے' بڑا غالب' بہت معاف کرنے والا ○ کہہ دیجیے: وہ ایک خبر ہے' بہت بڑی ○ تم اس سے
مُعْرِضُوْنَ ﴿٦٨﴾ مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٦٩﴾ اِنْ يُّوْحٰٓى اِلَيَّ
اعراض کرنے والے ہو ○ نہیں تھا مجھے کوئی علم مجلس بالا کا' جب وہ تکرار کر رہے تھے ○ نہیں وحی کی جاتی میری طرف
اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٧٠﴾ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ
مگر یہی کہ بیشک میں تو صرف ایک ڈرانے والا ہوں کھول کر ○ جب کہا آپکے رب نے فرشتوں سے' بیشک میں پیدا کرنے والا ہوں ایک انسان
طِيْنٍ ﴿٧١﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿٧٢﴾ فَسَجَدَ
مٹی سے ○ پس جب میں ٹھیک بنا دوں اسے اور پھونک دوں اس میں اپنی طرف سے روح' تو گر پڑنا تم اس کیلئے سجدہ کرتے ہوئے ○ پس سجدہ کیا
الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿٧٣﴾ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧٤﴾
فرشتوں نے سب کے سب نے اکٹھے ○ سوائے ابلیس کے' اس نے تکبر کیا اور ہو گیا وہ کافروں میں سے ○

قَالَ يَٰٓإِبۡلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَن تَسۡجُدَ لِمَا خَلَقۡتُ بِيَدَيَّۖ أَسۡتَكۡبَرۡتَ أَمۡ كُنتَ

اللہ نے فرمایا: اے ابلیس! کس چیز نے منع کیا تجھے سجدہ کرنے سے اس کو جسے پیدا کیا میں نے اپنے ہاتھوں سے کیا تکبر کیا تو نے یا تھا تو

مِنَ الۡعَالِينَ ﴿۷۵﴾ قَالَ أَنَا۠ خَيۡرٞ مِّنۡهُۖ خَلَقۡتَنِي مِن نَّارٖ وَخَلَقۡتَهُۥ مِن طِينٖ ﴿۷۶﴾

بلند درجہ لوگوں میں سے؟ ○ اس نے کہا میں بہتر ہوں اس سے، پیدا کیا تو نے مجھے آگ سے اور پیدا کیا تو نے اسے مٹی سے ○

قَالَ فَاخۡرُجۡ مِنۡهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٞ ﴿۷۷﴾ وَإِنَّ عَلَيۡكَ لَعۡنَتِيٓ إِلَىٰ يَوۡمِ الدِّينِ ﴿۷۸﴾ قَالَ

فرمایا: پس نکل جا تو یہاں سے، پس بے شک تو مردود ہے ○ اور بے شک تجھ پر میری لعنت ہے روز جزا تک ○ اس نے کہا:

رَبِّ فَأَنظِرۡنِيٓ إِلَىٰ يَوۡمِ يُبۡعَثُونَ ﴿۷۹﴾ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الۡمُنظَرِينَ ﴿۸۰﴾ إِلَىٰ يَوۡمِ

اے میرے رب! پس مہلت دے تو مجھے اس دن تک کہ لوگ دوبارہ اٹھائے جائیں گے ○ فرمایا: پس بلاشبہ تو مہلت دیے گئے لوگوں میں سے ہے ○ اس دن تک

الۡوَقۡتِ الۡمَعۡلُومِ ﴿۸۱﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغۡوِيَنَّهُمۡ أَجۡمَعِينَ ﴿۸۲﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنۡهُمُ

جس کا وقت معلوم (عنداللہ مقرر) ہے ○ اس نے کہا: قسم ہے تیری عزت کی، البتہ میں ضرور گمراہ کروں گا انکو سب کو ○ سوائے تیرے بندوں ان میں سے

الۡمُخۡلَصِينَ ﴿۸۳﴾ قَالَ فَالۡحَقُّ وَالۡحَقَّ أَقُولُ ﴿۸۴﴾ لَأَمۡلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنكَ وَمِمَّن

خالص کیے (چنے) ہوئے ○ فرمایا: پس حق یہی ہے اور حق بات ہی میں کہتا ہوں ○ البتہ میں ضرور بھردوں گا جہنم کو تجھ سے اور ان سے

تَبِعَكَ مِنۡهُمۡ أَجۡمَعِينَ ﴿۸۵﴾ قُلۡ مَآ أَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ أَجۡرٖ وَمَآ أَنَا۠

جو پیروی کریں گے تیری ان میں سے، سب سے ○ کہہ دیجیے: نہیں مانگتا میں تم سے اوپر اس کے کوئی اجر اور نہیں ہوں میں

مِنَ الۡمُتَكَلِّفِينَ ﴿۸۶﴾ إِنۡ هُوَ إِلَّا ذِكۡرٞ لِّلۡعَٰلَمِينَ ﴿۸۷﴾ وَلَتَعۡلَمُنَّ نَبَأَهُۥ بَعۡدَ حِينِۭ ﴿۸۸﴾

تکلف کرنے والوں میں سے ○ نہیں ہے یہ (قرآن) مگر نصیحت واسطے جہانوں کے ○ اور البتہ ضرور جان لوگے تم حال اسکا بعد کچھ مدت کے ○

﴿قُلۡ﴾ اے رسول! اگر یہ جھٹلانے والے لوگ آپ سے ایسی چیز کا مطالبہ کرتے ہیں جو آپ کے اختیار میں نہیں، تو ان سے کہہ دیجیے! ﴿إِنَّمَآ أَنَا۠ مُنذِرٞ﴾ ”میں تو صرف متنبہ کرنے والا ہوں۔“ میرے پاس جو کچھ ہے یہ اس کی انتہا ہے۔ رہا تمھارا مطالبہ، تو یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے مگر میں تمھیں نیکی کا حکم دیتا ہوں، برائی سے روکتا ہوں، میں تمھیں خیر کی ترغیب دیتا ہوں اور شر سے ہٹاتا ہوں، لہٰذا جو کوئی ہدایت کی راہ اختیار کرتا ہے تو یہ اس کے اپنے لیے ہے اور جو گمراہ ہوتا ہے تو اس کا وبال اسی پر ہے۔ ﴿وَمَا مِنۡ إِلَٰهٍ إِلَّا اللَّهُ﴾ یعنی اللہ کے سوا کوئی ایسی ہستی نہیں، جس کی عبادت کی جائے اور وہ عبادت کی مستحق ہو۔ ﴿الۡوَٰحِدُ الۡقَهَّارُ﴾ ”وہ واحد و قہار ہے۔“

اس قطعی دلیل و برہان کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا اثبات ہے کہ وہ ہر چیز پر غالب ہے، کیونکہ غلبہ وحدت کو مستلزم ہے، لہٰذا کبھی بھی یہ ممکن نہیں کہ دو ہستیاں مساوی طور پر غالب ہوں۔ پس وہ ہستی جو تمام کائنات پر غالب و قاہر ہے، وہ ایک ہی ہے۔ اس کی کوئی نظیر نہیں، وہی اس بات کی مستحق ہے کہ صرف اسی کی

عبادت کی جائے، جیسا کہ وہ اکیلی غالب ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے توحید ربوبیت کی دلیل کے ذریعے سے اس کو متحقق کرتے ہوئے فرمایا: ﴿رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا﴾ ”وہ آسمانوں اور زمین اور جو ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے“ یعنی وہ کائنات کو پیدا کرنے والا، اس کی پرورش کرنے والا اور تمام انواع تدبیر کے ذریعے سے اس کائنات کی تدبیر کرنے والا ہے۔ ﴿الْعَزِيْزُ﴾ وہ ایسی قوت کا مالک ہے جس کے ذریعے سے اس نے بڑی بڑی مخلوقات کو پیدا کیا۔ ﴿الْغَفَّارُ﴾ جو کوئی توبہ کر کے گناہوں سے باز آ جاتا ہے وہ اس کے چھوٹے بڑے تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ پس یہی وہ ہستی ہے جو ہر اس ہستی کے سوا عبادت اور محبت کیے جانے کی مستحق ہے...... جو پیدا کر سکتی ہے نہ رزق دے سکتی ہے، جو نقصان پہنچا سکتی ہے نہ نفع، جسے کسی چیز کا کچھ بھی اختیار نہیں، جس کے پاس قوت اقتدار ہے نہ اس کے قبضۂ قدرت میں گناہوں کی بخشش ہے۔

﴿قُلْ﴾ آپ ان کو ڈراتے ہوئے کہہ دیجیے: ﴿هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ﴾ یعنی میں نے تمھیں حیات بعد الموت، حشر و نشر اور اعمال کی جزا و سزا کے بارے میں جو خبر دی ہے، وہ بہت بڑی خبر ہے اور اس بات کی پوری پوری مستحق ہے کہ اس کے معاملے کو بہت اہم سمجھا جائے اور اس بارے میں غفلت کو جگہ نہ دی جائے۔ مگر صورت حال یہ ہے کہ ﴿اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ﴾ ”تم اس سے اعراض کرتے ہو۔“ گویا تمھیں حساب و کتاب اور ثواب و عذاب کا سامنا کرنا ہی نہیں۔ اگر تمھیں میری بات میں کوئی شک اور میری خبر میں کوئی شبہ ہے تو میں تمھیں کچھ ایسی خبریں دیتا ہوں جن کا مجھے کچھ علم تھا نہ میں نے ان کو کسی کتاب میں پڑھا۔ میری خبریں کسی کمی بیشی کے بغیر صحیح ثابت ہوئی ہیں، یہ میری صداقت اور جو کچھ میں تمھارے سامنے پیش کرتا ہوں، اس کی صحت پر سب سے بڑی اور سب سے واضح دلیل ہے۔

اس لیے فرمایا: ﴿مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍۢ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰۤى﴾ ”مجھے ان بلند قدر فرشتوں (کی بات چیت) کا کچھ بھی علم نہیں“ ﴿اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ﴾ ”جب وہ جھگڑتے تھے۔“ یعنی اگر اللہ تعالیٰ مجھے باخبر نہ کرے اور میری طرف وحی نہ کرے تو مجھے بلند قدر فرشتوں کے بارے میں کچھ علم نہیں ہو سکتا، بنا بریں فرمایا: ﴿اِنْ يُّوْحٰۤى اِلَيَّ اِلَّاۤ اَنَّمَاۤ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ”میری طرف تو یہی وحی کی جاتی ہے کہ میں واضح طور پر نذیر ہوں۔“ یعنی واضح طور پر ڈرانے والا ہوں۔ حضرت مصطفیٰ ﷺ سے زیادہ واضح اور بلیغ کوئی ڈرانے والا نہیں ہے۔ پھر بلند قدر فرشتوں کے درمیان جھگڑے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ﴾ ”جب آپ کے رب نے فرشتوں کو (خبر دیتے ہوئے) فرمایا:“ ﴿اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ﴾ ”میں مٹی سے انسان بنانے والا ہوں۔“ یعنی اس کا مادہ مٹی سے تیار ہوا ہے۔

﴿فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ﴾ جب میں اس کے جسم کو نک سک سے درست کر دوں اور وہ مکمل ہو جائے ﴿وَنَفَخْتُ

﴿فِیۡہِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ فَقَعُوۡا لَہٗ سٰجِدِیۡنَ﴾ ’’اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کے سامنے سجدے میں گر پڑنا۔‘‘ جب آدم علیہ السلام کی تخلیق کی تکمیل ہوئی اور روح پھونک دی گئی تو فرشتوں نے اللہ کے حکم کی تعمیل اور آدم علیہ السلام کی تکریم کرتے ہوئے اپنے آپ کو آدم کے سامنے سجدہ کرنے کے لیے آمادہ کیا۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے بدن و روح کی تخلیق مکمل کر دی تو اللہ نے آدم علیہ السلام اور فرشتوں کا امتحان لیا اور اس طرح فرشتوں پر حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت ظاہر ہو گئی‘ تب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں تو سجدہ کیا ﴿كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ﴾ ’’ان سب نے سوائے ابلیس کے‘‘ اس نے سجدہ نہ کیا۔ ﴿اِسْتَكْبَرَ﴾ اس نے نہایت غرور سے اپنے رب کا حکم ٹھکرا دیا اور حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے تکبّر کا اظہار کیا ﴿وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ’’اور وہ کافروں میں سے تھا۔‘‘ اللہ تعالیٰ کے علم میں ابلیس کافر تھا۔

﴿قَالَ﴾ اللہ تعالیٰ نے زجر و توبیخ اور عتاب کرتے ہوئے فرمایا: ﴿مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾ ’’(اے ابلیس!) جس شخص کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا اسے سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے منع کیا۔‘‘ یعنی جسے میں نے شرف و تکریم سے سرفراز فرمایا اور اسے اس خصوصیت سے مختص کیا جس کی بنا پر اسے تمام مخلوق میں خصوصیت حاصل ہے۔ یہ چیز اس کے سامنے عدم تکبّر کا تقاضا کرتی ہے۔ ﴿اَسْتَكْبَرْتَ﴾ کیا تو نے تکبّر کی بنا پر سجدہ نہیں کیا ﴿اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ﴾ ’’یا تو بڑے بلند درجے والوں میں سے ہے؟‘‘

﴿قَالَ﴾ ابلیس نے اپنے رب کی مخالفت کرتے اور نقض وارد کرتے ہوئے کہا: ﴿اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ﴾ ’’میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے پیدا کیا۔‘‘ ابلیس سمجھتا تھا کہ آگ کا عنصر مٹی کے عنصر سے بہتر ہے۔ یہ فاسد قیاس ہے‘ کیونکہ آگ کا عنصر شر‘ فساد‘ تکبّر‘ طیش اور خفت کا مادّہ ہے اور مٹی کا عنصر وقار‘ تواضع اور مختلف انواع کے شجر و نباتات کا مادّہ ہے‘ مٹی آگ پر غالب ہے اسے بجھا دیتی ہے۔ آگ کسی ایسے مادّے کی محتاج ہے جو اس کو قائم رکھے اور مٹی بنفسہٖ قائم ہے۔ یہ تھا کفار کے شیخ کا قیاس جس کی بنیاد پر اس نے اللہ تعالیٰ کے بالمشافہ حکم کی خلاف ورزی کی۔ اس قیاس کا بطلان اور فساد بالکل واضح ہے۔ جب ان کے استاد کے قیاس کا یہ حال ہے تو شاگردوں کا کیا حال ہو گا جو اپنے باطل قیاسات کے ذریعے سے حق کی مخالفت کرتے ہیں‘ ان کے قیاسات‘ اس قیاس کی نسبت زیادہ باطل ہیں۔

﴿قَالَ﴾ اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا: ﴿فَاخْرُجْ مِنْهَا﴾ یعنی عزت و تکریم کے اس مقام‘ آسمان سے نکل جا ﴿فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ﴾ ’’بے شک تو مردود ہے۔‘‘ یعنی دھتکارا ہوا ہے۔ ﴿وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْۤ﴾ ’’اور تجھ پر میری لعنت ہے۔‘‘ یعنی میری یہ پھٹکار اور اپنی رحمت سے تجھے دور کرنا ﴿اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ ’’قیامت کے دن تک ہے۔‘‘ یعنی دائمی اور ابدالآباد تک ہے۔ ﴿قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾ ’’اس نے کہا‘ میرے رب! مجھے اس

روز تک کہ لوگ اٹھائے جائیں مہلت دے۔'' چونکہ اسے آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد سے شدید عداوت تھی اس لیے اس نے یہ درخواست کی تا کہ وہ ان لوگوں کو بدراہ کر سکے جن کے لیے بدراہ ہونا اللہ تعالیٰ نے مقدر کر دیا ہے۔ ﴿ قَالَ ﴾ اپنی حکمت کے تقاضے کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ابلیس کی درخواست قبول کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ○ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴾ ''تجھ کو مہلت دی جاتی ہے، اس روز تک جس کا وقت مقرر ہے۔'' جب ذریت آدم پوری ہو جائے گی تو امتحان بھی پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے گا۔ جب ابلیس کو معلوم ہو گیا کہ اسے مہلت دے دی گئی ہے تو اس نے اپنے خبث باطن کی بنا پر اپنے رب، آدم اور اولاد آدم کے ساتھ اپنی شدید عداوت کو ظاہر کر دیا اور کہنے لگا: ﴿ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾ اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ (باء) قسم کے لیے ہو یعنی ابلیس نے اللہ تعالیٰ کی عزت وجلال کی قسم کھا کر اعلان کیا کہ وہ تمام اولاد آدم کو گمراہ کر کے رہے گا ﴿ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴾ ''ان لوگوں کے سوا جن کو تو نے خاص کر لیا ہے۔'' ابلیس کو معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اس کے مکر وفریب سے بچا لے گا۔

اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ (باء) استعانت کے لیے ہو۔ چونکہ ابلیس کو معلوم ہے کہ وہ ہر لحاظ سے عاجز اور بے بس ہے اور اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر کسی کو گمراہ نہیں کر سکتا، تو اس نے اولاد آدم کو گمراہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی عزت سے مدد چاہی، حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کا حقیقی دشمن ہے۔..... اے ہمارے رب! ہم تیرے انتہائی عاجز اور قصوروار بندے ہیں ہم تیری ہر نعمت کا اقرار کرتے ہیں، ہم اس ہستی کی اولاد ہیں جس کو تو نے عزت وشرف اور اکرام وتکریم سے سرفراز فرمایا۔ ہم تیری عظیم عزت وقدرت اور تمام مخلوق کے لیے تیری بے پایاں رحمت کے ذریعے سے تجھ سے مدد مانگتے ہیں، جو ہم پر بھی سایہ کناں ہے جس کے ذریعے سے تو نے ہم سے اپنی ناراضی کو دور فرمایا ہے، ہمیں شیطان کی محاربت وعداوت، اس کے شر اور شرک سے سلامت رہنے میں ہماری مدد فرما۔ اے ہمارے رب! ہم تجھ پر حسن ظن رکھتے ہیں کہ تو ہماری دعا قبول فرمائے گا ہم تیرے اس وعدے پر یقین رکھتے ہیں جس میں تو نے فرمایا تھا: ﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ﴾ (غافر: ٤٠/٦٠) ''اور تمھارے رب نے کہا، مجھے پکارو میں تمھاری دعائیں قبول کروں گا۔'' اے ہمارے رب! ہم نے تیرے حکم کے مطابق تجھ کو پکارا ہے پس جیسا کہ تو نے ہمارے ساتھ وعدہ کیا ہے ہماری دعا کو قبول فرما۔ ﴿ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴾ (آل عمران: ٣/١٩٤) ''بے شک تو اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔''

﴿ قَالَ ﴾ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ﴾ ''سچ (ہے) اور میں بھی سچ کہتا ہوں۔'' یعنی حق میرا وصف اور حق میرا قول ہے ﴿ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَ مِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾ ''کہ میں تجھ سے اور ان سے جو تیری پیروی کریں گے سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔'' پس جب رسول نے لوگوں سے بیان کر دیا

اور ان کے سامنے راہ واضح کر دی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں فرمایا: ﴿قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ﴾ ’’کہہ دیجیے! میں نہیں مطالبہ کرتا تم سے اس پر‘‘ یعنی تمھیں اللہ کی طرف بلانے پر ﴿مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ﴾ ’’کوئی بدلہ اور نہ میں تکلف کرنے والا ہوں‘‘ کہ میں ایسی چیز کا دعویٰ کروں جس کا مجھے اختیار ہے نہ میں کسی ایسی بات کی ٹوہ ہی میں رہتا ہوں جس کا مجھے علم نہیں۔ میں تو صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی گئی ہے۔ ﴿اِنْ هُوَ﴾ یعنی یہ وحی اور یہ قرآن ﴿اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ ’’جہان والوں کے لیے نصیحت ہے۔‘‘ اس سے وہ نصیحت حاصل کرتے ہیں جو ان کے دینی اور دنیاوی مصالح میں فائدہ دیتی ہے اور تب یہ قرآن تمام جہانوں کے لیے شرف اور رفعت کا حامل اور معاندین حق کے خلاف حجت ہے۔

یہ عظیم سورت حکمت سے لبریز نصیحت اور عظیم خبر پر مشتمل ہے۔ ان لوگوں کے خلاف برہان اور حجت قائم کرتی ہے جو قرآن کو جھٹلا کر اس کی مخالفت کرتے ہیں اور قرآن لانے والے کی تکذیب کرتے ہیں۔ یہ سورت اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کے بارے میں آگاہ کرتی ہے، نیز یہ سورۂ مبارکہ تقویٰ شعار بندوں اور سرکش لوگوں کی جزا و سزا کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے اس کی ابتدا میں قسم اٹھاتے ہوئے فرمایا کہ یہ یاددہانی پر مشتمل ہے اور اس کے اختتام پر فرمایا کہ یہ تمام جہانوں کے لیے یاددہانی ہے۔ پھر اس سورت کے اندر بھی اکثر مقامات پر اس یاددہانی کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً فرمایا ﴿وَاذْكُرْ عَبْدَنَا﴾ ’’اور یاد کرو ہمارے بندے کو‘‘ ﴿وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ﴾ ’’اور یاد کرو ہمارے بندوں کو‘‘ ﴿رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى﴾ ’’یہ رحمت ہے ہماری طرف سے اور نصیحت ہے‘‘ ﴿هٰذَا ذِكْرٌ﴾ ’’یہ نصیحت ہے۔‘‘ وغیرہ۔ اے اللہ ہم اس میں سے جس چیز کو نہیں جانتے اس کا علم عطا کر اور ہم جس چیز کو اپنی غفلت یا ترک کرنے کے باعث بھول جائیں، تو ہمیں اس کی یاددہانی کرا۔ ﴿وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ﴾ ’’اور تم اس کی خبر جان لوگے۔‘‘ یعنی جو اس نے خبر دی ہے ﴿بَعْدَ حِيْنٍ﴾ ’’ایک وقت کے بعد‘‘ اور یہ وہ وقت ہوگا جب ان پر عذاب واقع ہوگا اور تمام اسباب منقطع ہو جائیں گے۔

تفسیر سورۃ الزمر

سُوْرَةُ الزُّمَرِ (۳۹) مَكِّيَّةٌ (۵۹)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

اٰيَاتُهَا ۷۵ رُكُوْعَاتُهَا ۸

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ① اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ

(یہ) نازل کردہ کتاب ہے اللہ کی طرف سے جو بڑا غالب، بہت حکمت والا ہے ○ بیشک ہم نے نازل کیا آپ کی طرف اس کتاب کو ساتھ حق کے

فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ② اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۭ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا

پس عبادت کیجیے آپ اللہ کی، خالص کرتے ہوئے اسی کیلئے بندگی کو ○ سنو! اللہ ہی کیلئے ہے بندگی خالص، اور وہ لوگ جنھوں نے بنا لیے

مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ

اسکے سوا اور کارساز (کہتے ہیں) نہیں عبادت کرتے ہم انکی مگر اسلئے کہ قریب کردیں وہ ہمیں اللہ کے زیادہ قریب، بیشک اللہ فیصلہ فرمائے گا

بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۬ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ③

درمیان ان کے ان باتوں میں کہ وہ ان میں اختلاف کرتے تھے، بلاشبہ اللہ نہیں ہدایت کرتا اس کو جو ہے جھوٹا ناشکرا ○

وقف لازم

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کی عظمت اور اس ہستی کے جلال کے بارے میں آگاہ کرتا ہے جس نے اس قرآن کے ذریعے سے کلام کیا اور جس کی طرف سے یہ قرآن نازل ہوا، نیز اللہ تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ یہ قرآن، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو غالب اور حکمت والا ہے۔ مخلوق کے لیے الوہیت اس کا وصف ہے، کیونکہ وہ عظمت وکمال اور عزت وغلبہ کا مالک ہے جس کی بنا پر وہ تمام مخلوق پر غالب اور ہر چیز اس کی مطیع اور اس کے سامنے سرافگندہ ہے۔ اس کی تخلیق وامر حکمت پر مبنی ہے۔

قرآن اس ہستی کی طرف سے نازل ہوا ہے جس کا یہ وصف ہے، کلام متکلم کا وصف ہے اور وصف ہمیشہ اپنے موصوف کے تابع ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے کامل ہے، اس کا کوئی مثیل ونظیر نہیں، اسی طرح اس کا کلام بھی ہر لحاظ سے کامل اور بے مثال وبے نظیر ہے۔ یہ ایک وصف ہی اللہ تعالیٰ کے مرتبے پر دلالت کرنے کے لیے کافی ہے۔ مگر بایں ہمہ، اللہ تعالیٰ نے جس ہستی پر اسے نازل فرمایا ہے اس کے ذریعے سے اس کے کمال کو بیان فرمایا اور وہ ہستی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات بابرکات ہے جو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ شرف کی حامل ہے۔ تب معلوم ہوا کہ یہ کتاب اپنی دعوت سمیت، تمام کتابوں میں سب سے زیادہ شرف کی حامل ہے اور یہ سراسر حق ہے۔ پس قرآن حق کے ساتھ نازل ہوا جو اپنی سچی خبروں اور عدل وانصاف پر مبنی احکام پر مشتمل ہے تاکہ مخلوق کو گمراہی کی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت کی روشنی میں لائے اور یہ کتاب اپنی اخبار صادقہ اور اپنے احکام عادلہ کے بارے میں حق پر مشتمل نازل ہوئی۔

یہ کتاب تمام مطالب علمیہ میں سے جس چیز پر دلالت کرتی ہے، وہ سب سے بڑا حق ہے اور حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا باقی رہ جاتا ہے۔ چونکہ یہ قرآن حق کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، مخلوق کی ہدایت کے لیے حق پر مشتمل ہے اور تمام مخلوق میں سب سے زیادہ شرف کی حامل ہستی پر نازل کیا گیا ہے، اس لیے یہ نعمت بہت عظیم اور جلیل القدر ہے، اس کا شکر ادا کرنا فرض ہے اور اس کا شکر یہ ہے کہ دین کو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کیا جائے، بنابریں فرمایا: ﴿ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ﴾ اپنے تمام دین یعنی ظاہری اور باطنی اعمال شریعت، (اسلام ایمان اور احسان) کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کیجیے۔ ان تمام امور میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کو مدنظر رکھیے اور اس کے سوا آپ کا کوئی اور مقصد نہ ہو۔ ﴿ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ﴾ آیت کریمہ کا یہ ٹکڑا اخلاص کے حکم کو متحقق

کرتا ہے اور اس حقیقت کو بیان کرتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے تمام تر کمال کا مالک ہے اور اس نے اپنے بندوں کو ہر لحاظ سے اپنے فضل و کرم سے نوازا ہے اسی طرح ہر قسم کے شک و شبہے سے پاک دین خالص بھی اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ یہی وہ دین ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے پسند فرمایا اور مخلوق میں سے چنے ہوئے بندوں کے لیے منتخب فرمایا اور اسی کو اختیار کرنے کا اپنے بندوں کو حکم دیا، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی محبت، اس سے خوف، اس پر امید، اس کی طرف انابت کے ذریعے سے بندوں کے مطالب کے حصول میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کو متضمن ہے۔

یہی وہ دین ہے جو قلوب کی اصلاح کر کے ان کو پاک کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی کسی بھی قسم کی عبادت میں شرک کرنا کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ شرک سے بری الذمہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا شرک سے کوئی تعلق نہیں اور وہ شریکوں سے، سب سے زیادہ بے نیاز ہے۔ شرک قلب و روح اور دنیا و آخرت کو فاسد کرتا ہے اور نفوس کو بدبختی کی انتہا تک پہنچا دیتا ہے، اس لیے جہاں اللہ تعالیٰ نے توحید اور اخلاص کا حکم دیا ہے، وہاں شرک سے بھی روکا ہے اور ان لوگوں کی مذمت کی خبر دی ہے جنھوں نے شرک کا ارتکاب کیا، چنانچہ فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ﴾ یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان خود ساختہ معبودوں کی عبادت کرتے ہیں، ان کو پکارتے ہیں اور انھیں اپنا والی و مددگار بناتے ہیں وہ اپنا عذر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ ”ہم انھیں صرف اس لیے پوجتے ہیں کہ وہ ہم کو اللہ کا مقرب بنا دیں۔“ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے حضور ہماری حاجتیں پیش کریں اور اس کے ہاں ہماری سفارش کریں۔ ورنہ در حقیقت ہمیں معلوم ہے کہ یہ کوئی چیز پیدا کر سکتے ہیں نہ رزق دے سکتے ہیں اور نہ انھیں کسی قسم کا کچھ اختیار ہی حاصل ہے۔

یعنی ان مشرکین نے اخلاص کو چھوڑ دیا جس کو اختیار کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا اور اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ سب سے بڑی چیز، یعنی شرک کا ارتکاب کیا اور اس ہستی کو دنیاوی بادشاہوں پر قیاس کیا جس کی نظیر کوئی چیز نہیں، جو عظیم بادشاہ ہے۔ وہ اپنی فاسد عقل اور سقیم رائے کی وجہ سے سمجھتے ہیں کہ جس طرح بادشاہوں کی خدمت میں ان کے مقربین، سفارشیوں اور وزیروں کے بغیر حاضر نہیں ہوا جا سکتا جو رعایا کی ضروریات اور حاجتیں ان بادشاہوں تک پہنچاتے ہیں، رعایا کے لیے بادشاہوں سے رحم طلب کرتے ہیں ان بادشاہوں کے پاس رعایا کے معاملات پیش کرتے ہیں...... اللہ تعالیٰ بھی ان بادشاہوں کے مانند ہے۔

یہ فاسد ترین قیاس ہے، کیونکہ عقل و نقل اور فطرت کے مطابق خالق اور مخلوق کے درمیان عظیم فرق ہونے کے باوجود یہ قیاس خالق اور مخلوق میں مساوات کو متضمن ہے۔ بادشاہ براہ راست رعایا کے احوال نہیں جانتے، اس لیے انھیں اپنے اور رعایا کے درمیان واسطے کی ضرورت ہوتی ہے، رعایا کو ایسے لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے جو بادشاہوں تک ان کے حالات پہنچائیں۔ بسا اوقات ان بادشاہوں کے دلوں میں ضرورت مند کے لیے کوئی رحم نہیں ہوتا تب رعایا سفارش کرنے والوں اور وزرا وغیرہ کی ضرورت محسوس کرتے ہیں اور ان سے ڈرتے ہیں۔ یہ

لوگ بادشاہوں کے ہاں ان کے لیے مراعات کے حصول اوران کی دل جوئی کے لیے واسطہ بننے والے سفارشیوں کی ضروریات پوری کرتے ہیں۔ بسا اوقات رعایا خود محتاج اور مفلس ہوتی ہے اس لیے وہ محتاجی کے ڈر سے ان کی خاطر و مدارات نہیں کرسکتی۔

جہاں تک رب تعالیٰ کا معاملہ ہے تو وہ ایسی ہستی ہے جس کے علم نے تمام امور کے ظاہر اور باطن کا احاطہ کر رکھا ہے، وہ کسی ایسی ہستی کا محتاج نہیں جو اسے اس کے بندوں اور اس کی رعایا کے احوال سے آگاہ کرے، وہ سب سے بڑا رحم کرنے والا اور سب سے بڑھ کر سخی ہے، وہ مخلوق میں سے کسی ہستی کا محتاج نہیں جو اسے بندوں پر رحم کرنے پر آمادہ کرے، بلکہ رب تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ رحم کرتا ہے جتنا وہ خود اپنے آپ پر یا ان کے والدین ان پر رحم کرتے ہیں۔ وہ انھیں ترغیب دیتا ہے کہ وہ ایسے اسباب اختیار کریں جن کی بنا پر وہ اس کی رحمت کو حاصل کرلیں وہ ان کی بھلائی چاہتا ہے جو وہ خود بھی اپنے لیے نہیں چاہتے۔

اللہ تعالیٰ غنی ہے جو کامل غنائے مطلق کا مالک ہے۔ وہ ایسی ہستی ہے کہ اگر اوّل سے لے کر آخر تک تمام مخلوق، ایک میدان میں اکٹھی ہو جائے اور وہ اس سے اپنی اپنی ضرورت اور تمنا کے مطابق سوال کریں تو وہ سب کو عطا کرے گی۔ وہ اس کی غنا میں سے ذرہ بھر کمی کر سکتے ہیں نہ اس کے خزانوں میں، مگر اتنی سی کہ جو سمندر میں سوئی ڈبونے سے اس کے پانی میں کمی واقع ہوتی ہے۔ پھر تمام سفارشی اس سے ڈرتے ہیں، ان میں سے کوئی بھی اس کی اجازت کے بغیر سفارش نہیں کرسکتا۔ تمام تر سفارش کا صرف وہی مالک ہے۔ اس فرق سے مشرکین کی جہالت، حماقت اور اللہ کے حضور ان کی جسارت ظاہر ہوتی ہے اور اس سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ شرک کے مرتکب کے لیے عدم مغفرت میں کیا حکمت ہے۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ شرک اللہ تعالیٰ کی ذات میں جرح وقدح کو متضمن ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے فریقین، یعنی مخلص مومنوں اور مشرکین کے درمیان فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا...... اور اس میں مشرکین کے لیے تہدید بھی ہے ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴾ ”بے شک جن باتوں میں یہ اختلاف کرتے ہیں، اللہ ان میں ان کا فیصلہ کر دے گا۔“ اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ معلوم ہے جو یہ ہے کہ مخلص اہل ایمان، نعمتوں بھری جنت میں ہوں گے اور جس کسی نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا، اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ راہ راست پر گامزن ہونے کی توفیق عطا نہیں کرتا ﴿ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ﴾ ”اس شخص کو جو جھوٹا اور ناشکرا ہو۔“ یعنی جس کا وصف کذب اور کفر ہے، اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی نشانیاں اور نصیحتیں آتی ہیں، مگر اس کے برے اوصاف دور نہیں ہوتے، اللہ تعالیٰ اسے بڑے بڑے معجزات دکھاتا ہے مگر یہ ان کا انکار کر دیتا ہے ان کے ساتھ کفر کرتا ہے اور جھوٹ بولتا ہے۔ پس ان حالات میں ایسے شخص کے لیے ہدایت کیسے ہوسکتی ہے جس نے اپنے لیے ہدایت کا دروازہ بند کر دیا ہو اور انجام کے طور پر اللہ تعالیٰ نے اس کے دل پر مہر لگا دی، لہٰذا وہ ایمان نہیں لائے گا۔

لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰی مِمَّا یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۙ
اگر ارادہ کرتا اللہ (اسکا) کہ بنائے فرزند وہ، تو چن لیتا، ان میں سے جن کو وہ پیدا کرتا ہے، جس کو وہ چاہتا، (لیکن)
سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ④
وہ تو پاک ہے (ان چیزوں سے) وہ اللہ ایک ہے، بڑا زبردست ○

﴿ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴾ ”اگر اللہ تعالیٰ کسی کو اپنا بیٹا بنانا چاہتا“ جیسا کہ بعض بے وقوف لوگوں کا خیال ہے ﴿ لَّاصْطَفٰی مِمَّا یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ﴾ تو وہ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چن کر اپنے لیے مختص کر لیتا اور اسے اپنا بیٹا بنالیتا اور اسے بیوی کی ضرورت نہ ہوتی۔ ﴿ سُبْحٰنَهٗ ﴾ مگر اللہ تبارک و تعالیٰ ان تمام باتوں سے پاک اور منزہ ہے جن کا یہ کفار اللہ تعالیٰ کے بارے میں گمان کرتے ہیں اور ملحدین اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

﴿ هُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی ذات، اپنے اسماء و صفات اور اپنے افعال میں ایک ہے، لہٰذا اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شبیہ ہے نہ مثیل۔ اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی بیٹا ہوتا تو وہ اپنی وحدت میں اس کا شبیہ ہونے کا مقتضی ہوتا، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا حصہ اور اس کا جز ہوتا۔ وہ تمام عالم علوی اور عالم سفلی پر غالب ہے۔ اگر اس کا کوئی بیٹا ہوتا تو وہ مقہور و مغلوب نہ ہوتا اور اپنے باپ کے خلاف جرأت اور گستاخی کرنے والا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی وحدت اور اس کا قہر لازم و ملزوم ہیں۔ صرف ایک ہستی ہی غالب اور قاہر ہو سکتی ہے، اس لیے یہ چیز ہر لحاظ سے شراکت کی نفی کرتی ہے۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ یُكَوِّرُ الَّیْلَ عَلَی النَّهَارِ وَیُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَی الَّیْلِ
پیدا کیا اس نے آسمانوں اور زمین کو ساتھ حق کے، وہ لپیٹتا ہے رات کو اوپر دن کے اور لپیٹتا ہے دن کو اوپر رات کے،
وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ اَلَا هُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ ⑤
اور کام میں لگا دیا اس نے سورج اور چاند کو، ہر ایک چل رہا ہے ایک وقت مقرر تک، سنو! وہ ہے بڑا غالب، بہت بخشنے والا ○
خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ
اس نے پیدا کیا تمہیں ایک ہی جان سے، پھر بنایا اس نے اس سے جوڑا اسکا اور اتارے اس نے تمہارے لئے چارپایوں میں سے
ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍ ؕ یَخْلُقُكُمْ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِیْ ظُلُمٰتٍ
آٹھ جوڑے (نر اور مادہ)، پیدا کرتا ہے وہ تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں، ایک (طرح کی) پیدائش بعد دوسری پیدائش کے اندھیروں میں
ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰی تُصْرَفُوْنَ ⑥ اِنْ تَكْفُرُوْا
تین قسم کے، یہ ہے اللہ رب تمہارا، اسی کی ہے بادشاہی، نہیں کوئی معبود مگر وہی، پس کہاں تم پھیرے جاتے ہو؟ ○ اگر کفر کرو گے تم
فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنْكُمْ ۫ وَلَا یَرْضٰی لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا یَرْضَهُ لَكُمْ ؕ
تو اللہ بے پروا ہے تم سے، اور نہیں پسند کرتا وہ اپنے بندوں کیلئے کفر کو، اور اگر شکر کرو گے تم تو پسند کرتا ہے وہ اسے تمہارے لئے

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ؕ ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمْ مَّرْجِعُکُمْ فَیُنَبِّئُکُمْ

اور نہیں بوجھ اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا بوجھ دوسرے کا پھر طرف اپنے پروردگار ہی کے تمہارا لوٹنا ہے پس وہ خبر دے گا تمہیں

بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۷

ساتھ اس چیز کے جو تھے تم عمل کرتے' بلاشبہ وہ جانتا ہے راز سینوں کے ○

اللہ تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ بے شک اس نے ﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ زمین و آسمان کو حکمت اور مصلحت کے ساتھ پیدا کیا ہے تاکہ وہ بندوں پر اپنے امر و نہی کے ضابطے نافذ کرے اور ان کو ثواب و عقاب عطا کرے۔ ﴿یُکَوِّرُ الَّیْلَ عَلَی النَّهَارِ وَیُکَوِّرُ النَّهَارَ عَلَی الَّیْلِ﴾ یعنی وہ رات اور دن دونوں کو ایک دوسرے میں داخل کرتا ہے' وہ دن اور رات دونوں کو اپنے اپنے مقام پر رکھتا ہے' دن اور رات کبھی یکجا نہیں ہوتے بلکہ جب ان میں سے ایک آتا ہے تو دوسرا علیحدہ ہو جاتا ہے۔ ﴿وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ﴾ اور اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو انتہائی منظم طور پر اور ایک خاص رفتار کے ساتھ مسخر کر رکھا ہے۔ ﴿کُلٌّ﴾ یعنی چاند اور سورج ﴿یَّجْرِیْ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی تسخیر کے مطابق چلتے ہیں ﴿لِاَجَلٍ مُّسَمًّی﴾ ''ایک وقت مقررہ تک'' یعنی ان دونوں کو ایک مدت مقررہ تک کے لیے مسخر کر رکھا ہے...... یعنی اس دنیا کے خاتمے اور اس کے تباہ ہونے تک...... اللہ تعالیٰ اس دنیا میں موجود ہر چیز' چاند اور سورج کو تباہ کر دے گا' پھر وہ مخلوق کو دوبارہ پیدا کرے گا تاکہ وہ اپنے اپنے ٹھکانے یعنی جنت اور جہنم میں رہیں۔ ﴿اَلَا هُوَ الْعَزِیْزُ﴾ وہ ہر چیز پر غالب اور قاہر ہے' کوئی چیز اس کی نافرمانی نہیں کر سکتی۔ اس نے اپنی قوت عالیہ سے اس عظیم کائنات کو وجود بخشا اور اس کو مسخر کیا جو اس کے حکم کے تحت چل رہی ہے۔ ﴿الْغَفَّارُ﴾ وہ اپنے توبہ شعار بندوں کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی﴾ (طٰہٰ: ۸۲/۲۰) ''اور جو کوئی توبہ کرے ایمان لا کر نیک عمل کرے اور راہ راست اختیار کرے' تو میں اسے بخش دیتا ہوں۔'' یعنی میں اس شخص کو بھی بخش دیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانیوں کو دیکھنے اور شرک کرنے کے بعد ایمان لے آئے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا غلبہ ہے کہ ﴿خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ﴾ تمھاری کثرت اور زمین کے دور دراز گوشوں میں پھیل جانے کے باوجود' اصل حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں ایک ہی جان سے پیدا کیا ہے۔ ﴿ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا﴾ ''پھر اس کا جوڑا بنایا'' تاکہ وہ اس کے پاس سکون حاصل کرے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اتمام ہو۔

﴿وَاَنْزَلَ لَکُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ﴾ ''اور اسی نے تمھارے لیے چوپایوں میں سے بنائے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی تقدیر سے تخلیق فرمایا جو آسمان سے نازل ہوتی ہے' یہ تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے ﴿ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍ﴾

’’آٹھ جوڑے‘‘ اس سے مراد وہ مویشی ہیں جن کا سورۃ الانعام میں ذکر آیا ہے ﴿ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ﴾ (الانعام: ١٤٣/٦) ’’یہ چوپائے آٹھ قسم کے ہیں، دو بھیڑوں میں سے اور دو بکریوں میں سے‘‘ ﴿وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ﴾ (الانعام: ١٤٤/٦) ’’اور دو اونٹوں میں سے اور دو گایوں میں سے۔‘‘ متذکرہ بالا مویشیوں کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے مصالح کے لیے بہت سے مویشی تخلیق فرمائے ہیں، مگر مذکورہ مویشیوں میں فوائد کی کثرت، ان کے مصالح کی عمومیت اور ان کے شرف کی بنا پر خاص طور پر ان کا ذکر کیا ہے، نیز اس لیے بھی کہ یہ بعض امور کے لیے مخصوص ہیں جن کے لیے کوئی دوسرا مویشی مخصوص نہیں ہے، مثلاً قربانی، ہدی، عقیقہ، ان میں زکوۃ کا واجب ہونا اور دیت کی ادائیگی کے لیے ان کا مختص ہونا۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے جدّ امجد اور ہماری ماں (حضرت حوا علیہا السلام) کی تخلیق کا ذکر کرنے کے بعد ہماری تخلیق کی ابتدا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ﴾ ’’اللہ تعالیٰ تمھیں تمھاری ماؤں کے پیٹوں میں ایک مرحلے کے بعد دوسرے مرحلے میں تخلیق کرتا چلا جاتا ہے‘‘ اور تمھاری یہ حالت ہوتی ہے کہ کسی مخلوق کا ہاتھ تمھیں چھو سکتا ہے نہ کوئی آنکھ تمھیں دیکھ سکتی ہے۔ اس تنگ جگہ پر اللہ تعالیٰ نے تمھاری پرورش کی ہے ﴿فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ﴾ ’’تین اندھیروں میں‘‘ یعنی پیٹ کا اندھیرا، رحم کا اندھیرا اور اس جھلی کا اندھیرا جس میں بچہ لپٹا ہوتا ہے۔ ﴿ذٰلِكُمُ﴾ وہ ہستی جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، سورج اور چاند کو مسخر کیا، جس نے تمھیں پیدا کیا اور تمھارے لیے مویشی اور نعمتیں پیدا کیں وہ ﴿اللّٰهُ رَبُّكُمْ﴾ اللہ، تمھارا معبود حقیقی ہے جس نے تمھاری پرورش کی اور تمھاری تدبیر کی۔ جس طرح وہ تمھیں پیدا کرنے اور تمھاری پرورش کرنے میں اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اسی طرح اپنی الوہیت میں بھی اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ﴾ ’’اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر تم کہاں پھرے جاتے ہو؟‘‘ اس توضیح کے بعد اس استحقاق کو بیان فرمایا کہ ان بتوں کی عبادت کی بجائے اللہ تعالیٰ کے لیے عبادت کو خالص کیا جائے، جو کسی چیز کی تدبیر کرتے ہیں نہ انھیں کوئی اختیار ہے۔

﴿اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ﴾ ’’اگر ناشکری کرو گے تو اللہ تم سے بے نیاز ہے۔‘‘ جس طرح تمھاری اطاعت اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی اسی طرح تمھارا کفر اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا، بلکہ تمھارے لیے اس کا امر و نہی تم پر اس کا محض فضل و احسان ہے ﴿وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ﴾ ’’اور وہ اپنے بندوں کے لیے ناشکری پسند نہیں کرتا‘‘ کیونکہ ان پر اس کا کامل احسان ہے۔ اسے معلوم ہے کہ کفران کو ایسی بدبختی میں مبتلا کر دے گا کہ اس کے بعد انھیں کبھی خوش بختی نصیب نہ ہوگی، نیز اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اور یہی وہ غرض و غایت ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا، اس لیے اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ بندے اس مخلوق کو پکاریں جس کو اس مقصد کے لیے تخلیق نہیں کیا گیا ﴿وَاِنْ تَشْكُرُوْا﴾ اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس

کے لیے دین میں اخلاص اختیار کر کے اس کا شکر ادا کرو تو ﴿يَرْضَهُ لَكُمْ﴾ ''وہ اس کو تمھارے لیے پسند کرتا ہے'' کیونکہ تم پر اس کی بے پایاں رحمت سایہ کناں ہے' وہ تم پر احسان کو پسند کرتا ہے اور تم اس فعل کو بجالا رہے ہو جس کے لیے تمھیں پیدا کیا گیا ہے۔

تمھارے شرک سے اسے کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے نہ تمھارے اعمال اور تمھاری توحید سے اسے کوئی فائدہ' تم میں سے ہر شخص کا اچھا برا عمل اسی کے لیے ہے۔ ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾ ''اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔'' ﴿ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ﴾ ''پھر تم کو اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے'' یعنی قیامت کے روز ﴿فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''وہ تمھیں تمھارے اعمال کے بارے میں آگاہ کرے گا'' جن کا اس کے علم نے احاطہ کر رکھا ہے' جن پر اس کا قلم جاری ہو چکا ہے' جنھیں معزز محافظین نے صحیفوں میں درج کر رکھا ہے اور جن پر تمھارے جوارح تمھارے خلاف گواہی دیں گے اور وہ تم میں سے ہر ایک کو اس کے استحقاق کے مطابق جزا دے گا۔ ﴿اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ اللہ تعالیٰ سینوں کے اندر پنہاں نیکی اور برائی کے اوصاف کو خوب جانتا ہے۔ اس آیت کریمہ کا مقصود کامل عدل وانصاف پر مبنی جزا وسزا کے بارے میں خبر دینا ہے۔

وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً
اور جب پہنچتی ہے انسان کو کوئی تکلیف تو پکارتا ہے اپنے رب کو رجوع کرتے ہوئے اسکی طرف' پھر جب عطا کرتا ہے وہ اسے کوئی نعمت
مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْۤا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ
اپنی طرف سے تو بھول جاتا ہے وہ اسکو جو تھا وہ پکارتا اس کی طرف اس سے پہلے اور ٹھہراتا ہے اللہ کیلئے شریک تاکہ گمراہ کرے
عَنْ سَبِيْلِهٖ ط قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ⑧
اس کے راستے سے' کہہ دیجیے: فائدہ اٹھا ساتھ اپنے کفر کے تھوڑا' بلاشبہ تو دوزخیوں میں سے ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندے پر اپنے فضل وکرم اور اپنے احسان اور بندے کی ناشکری کا ذکر کرتا ہے۔ بندے کو جب مرض اور فقر وفاقہ وغیرہ کی کوئی تکلیف پہنچتی ہے یا وہ سمندر وغیرہ میں گھر جاتا ہے اور اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت حال میں اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں بچا سکتا تو نہایت عاجزی اور انابت کے ساتھ اسے پکارتا ہے اور اس مصیبت کو دور کرنے میں گڑگڑا کر اس سے مدد طلب کرتا ہے۔ ﴿ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ﴾ ''پھر جب اللہ تعالیٰ اسے نعمت سے نواز دیتا ہے'' اور اس سے مصیبت اور تکلیف کو دور کر دیتا ہے ﴿نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْۤا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ﴾ تو وہ اس تکلیف اور مصیبت کو بھول جاتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کو پکارتا تھا اور اس طرح گزرتا ہے گویا اس پر کبھی کوئی مصیبت نازل ہی نہیں ہوئی اور یوں اپنے شرک پر جما رہتا ہے۔ ﴿وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ﴾ ''اور اللہ کا شریک بنانے لگتا ہے تاکہ (لوگوں کو) اس کے راستے سے گمراہ کرے۔'' یعنی

خود اپنے نفس کو بھی گمراہ کرے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے، کیونکہ دوسروں کو گمراہ کرنا گمراہ ہونے ہی کا ایک شعبہ ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے لازم پر دلالت کرنے کے لیے ملزوم کا ذکر کیا ہے۔

﴿ قُلْ ﴾ ''کہہ دیجیے!'' اس سرکش انسان سے جس نے اللہ کی نعمت کو کفر سے بدل ڈالا ﴿ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ﴾ ''اپنے کفر کا تھوڑا سا فائدہ اٹھا لے یقیناً تو جہنمیوں میں سے ہے۔'' جب تیرا انجام جہنم ہے تو یہ نعمتیں جن سے تو فائدہ اٹھا رہا ہے تیرے کسی کام نہ آئیں گی۔ ﴿ اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ○ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ○ مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ﴾ (الشعراء: ۲۶/ ۲۰۵۔ ۲۰۷) ''کیا آپ نے دیکھا کہ اگر ہم انھیں مہلت دے کر برسوں فائدہ اٹھانے دیں، پھر ان کے پاس وہ چیز آجائے جس کا انھیں وعدہ دیا جا رہا تھا تو یہ سامان زیست جو انھیں عطا کیا گیا ہے، ان کے کسی کام نہ آئے گا۔''

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ يَرْجُوْا

کیا (یہ برابر ہو سکتا ہے اسکے) جو شخص کہ وہ عبادت کرنے والا ہو رات کی گھڑیوں میں سجدہ کرتے اور کھڑے، ڈرتا ہے آخرت سے اور امید رکھتا ہے

رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ

اپنے رب کی رحمت کی، کہہ دیجیے: کیا برابر ہو سکتے ہیں وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں اور وہ جو نہیں علم رکھتے؟

اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿٩﴾ ع

بلاشبہ نصیحت تو پکڑتے ہیں عقل والے ہی ○

۱ ع ۹ ۱۵

یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے اور نافرمانی کرنے والے کے درمیان اور عالم اور جاہل کے مابین مقابلہ ہے، نیز اس کا شمار ایسے امور میں ہوتا ہے جن کا تضاد عقل انسانی میں راسخ اور ان کے درمیان تفاوت یقینی طور پر معلوم ہے۔ پس اپنے رب کی اطاعت سے روگرداں اور خواہشات کی پیروی کرنے والا اس شخص کے مانند نہیں ہو سکتا ہے جو افضل اوقات یعنی رات کے اوقات میں بہترین عبادت، یعنی نماز کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اسے بہترین اعمال کو کثرت کے ساتھ بجالانے کے وصف سے موصوف کیا، پھر اسے خوف اور امید کی صفات سے موصوف کیا، نیز ذکر فرمایا کہ خوف ان گناہوں کے بارے میں آخرت کے عذاب سے تعلق رکھتا ہے، جو اس سے سرزد ہو چکے ہیں اور امید کا تعلق اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ظاہری اور باطنی عمل سے موصوف فرمایا۔

﴿ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ ﴾ ''کہہ دیجیے کیا وہ برابر ہو سکتے ہیں جو جانتے ہیں'' جو اپنے رب، اس

کے دین شرعی‘ دین جزائی اور دین کے اسرار اور حکمتوں کا علم رکھتے ہیں ﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ اور جو ان مذکورہ امور کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے؟ یہ دونوں قسم کے لوگ کبھی برابر نہیں ہوتے جس طرح رات اور دن‘ روشنی اور اندھیرا اور آگ اور پانی برابر نہیں ہوتے۔ ﴿ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ ﴾ جب نصیحت کی جاتی ہے تو صرف وہی لوگ نصیحت پکڑتے ہیں ﴿ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ جو صاف ستھری اور تیز عقل کے مالک ہیں۔ پس یہی لوگ اعلیٰ کو ادنیٰ پر مقدم رکھتے ہیں‘ چنانچہ یہ لوگ علم کو جہالت پر اور اللہ کی اطاعت کو اس کی مخالفت پر ترجیح دیتے ہیں کیونکہ ان کی عقل ان کو عواقب میں غور و فکر کرنے کی دعوت دیتی ہے۔ اس کے برعکس بے عقل شخص اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنالیتا ہے۔

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ

کہہ دیجیے: اے میرے بندو! جو ایمان لائے! ڈرو اپنے رب سے‘ واسطے ان لوگوں کے‘ جنھوں نے اچھے عمل کیے اس دنیا میں‘ بھلائی ہے‘

وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ⑩

اور زمین اللہ کی کشادہ ہے‘ بلاشبہ پورا دیا جائے گا صبر کرنے والوں کو‘ ثواب ان کا‘ بے شمار ○

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اشرف المخلوقات یعنی اہل ایمان کو دینی امور میں سے سب سے بہتر چیز تقوی کا حکم دیتے ہوئے کہہ دیجیے اور ان کے سامنے اس سبب کا بھی ذکر کیجیے جو تقوی کا موجب ہے‘ یعنی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور اس کی نعمتوں کا اقرار‘ جو ان سے تقوی اختیار کرنے کا تقاضا کرتی ہیں اور ان میں سے ایک نعمت یہ ہے کہ اس نے ان کو ایمان کی دولت سے سرفراز فرمایا‘ جو تقوی کا موجب ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے آپ کسی سخی شخص سے کہیں ”اے سخی! صدقہ کر“ اور کسی بہادر شخص سے کہیں ”اے بہادر! لڑائی کر۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے ثواب کا ذکر فرمایا جو دنیا میں ان کے اندر نشاط پیدا کرتا ہے‘ چنانچہ فرمایا: ﴿ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا ﴾ ”جنھوں نے اس دنیا میں نیکی کی“ اپنے رب کی عبادت کے ذریعے سے تو ان کے لیے ﴿ حَسَنَةٌ ﴾ ”بھلائی“ لامحدود رزق‘ نفس مطمئنہ اور انشراح قلب ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ﴾ (النحل: ٩٧/١٦) ”جو کوئی بھی نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن بھی ہو‘ ہم اسے نہایت پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے۔“

﴿ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ﴾ ”اور اللہ کی زمین وسیع ہے۔“ یعنی اگر تمھیں زمین کے کسی خطے میں اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روک دیا جائے تو زمین کے کسی دوسرے خطے کی طرف ہجرت کر جاؤ جہاں تم اپنے رب کی عبادت کر سکو اور جہاں تمھارے لیے اقامت دین ممکن ہو۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ﴾ اور چونکہ یہ نص عام ہے‘ لہٰذا اس مقام پر بعض لوگوں کے لیے یہ کہنے کی مجال تھی کہ جو شخص بھی نیک کام کرے گا اس

کے لیے دنیا میں بھلائی ہے، تو اس شخص کا کیا حال ہے جو کسی خطۂ زمین میں ایمان لایا بایں ہمہ وہ مظلوم اور محکوم و مجبور ہے اور وہ اس بھلائی سے محروم ہے؟ اس لیے اس گمان کا جواب ان الفاظ میں فرمایا: ﴿وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ﴾ ”اور اللہ کی زمین بڑی فراخ ہے۔“ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہے۔ حضرت نبی اکرم ﷺ نے بھی اس بشارت کو ان الفاظ میں منصوص فرمایا: ”میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا، کسی کا ان سے علیحدہ ہونا اور مخالفت کرنا انھیں کوئی نقصان نہ دے سکے گا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ پہنچے گا اور یہ گروہِ حق اسی نہج پر ہوگا۔“①

یہ آیت کریمہ اسی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ اس کی زمین بہت کشادہ ہے اس لیے جب کبھی بھی کسی جگہ تمھیں اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روک دیا جائے تو تم کسی دوسری جگہ ہجرت کر جاؤ۔ ہر زمان و مکان میں یہ حکم عام ہے۔ تب لازم ٹھہرا کہ ہر ہجرت کرنے والے مومن کے لیے مسلمانوں کے اندر کوئی ٹھکانا ہو جہاں وہ پناہ لے سکے اور ایک جگہ ہو جہاں وہ اپنے دین کو قائم کر سکے۔ ﴿اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ ”جو صبر کرنے والے ہیں، انھیں بے شمار ثواب ملے گا۔“ یہ آیت کریمہ صبر کی تمام انواع کے لیے عام ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کی تکلیف دہ قضا و قدر پر اس طرح صبر کرنا کہ اس میں ناراضی کا شائبہ نہ ہو، گناہ اور معاصی کے مقابلے میں صبر کرتے ہوئے ان کے ارتکاب سے بچنا، اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر کرتے ہوئے اس پر قائم رہنا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے صبر شعار لوگوں کے لیے بے حساب اجر کا وعدہ کیا ہے، یعنی کسی حد، تعداد اور مقدار کے بغیر۔ یہ صبر کی فضیلت ہے، اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا موقع و محل ہے اور بلاشبہ یہ ہر معاملے میں معین ہے۔

قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ⑪ۙ وَاُمِرْتُ لِاَنْ
کہہ دیجیے: بے شک حکم دیا گیا ہوں میں یہ کہ عبادت کروں میں اللہ کی خالص کرتے ہوئے اس کیلیے بندگی کو○ اور حکم دیا گیا ہوں میں یہ کہ
اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ⑫ قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ
ہوں میں پہلا مسلمان ○ کہہ دیجیے: بے شک میں ڈرتا ہوں، اگر نافرمانی کی میں نے اپنے رب کی، عذاب سے
يَوْمٍ عَظِيْمٍ ⑬ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ⑭ۙ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ
بڑے دن کے ○ کہہ دیجیے: اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں میں، خالص کرتے ہوئے اس کیلیے اپنی بندگی کو○ پس عبادت کرو تم جس کی تم چاہو،
مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ
اسکے سوا، کہہ دیجیے: بلاشبہ نقصان اٹھانے والے تو وہ لوگ ہیں جنھوں نے خسارے میں ڈالا اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو دن قیامت کے،
اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ⑮ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَ
خبردار! یہی (جہنم کی ہیشگی) ہے خسران ظاہر ○ واسطے ان کے، ان کے اوپر سائبان ہوں گے آگ کے اور

---

① صحیح البخاری، التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿إنما قولنا لشيء إذا أردنه﴾، ح: ٧٤٦٠ وصحیح مسلم، الجھاد، باب قولہ ﷺ لا تزال طائفة من أمتي......، ح: ١٩٢٠۔

مِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ۭ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ۭ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ (١٦)

انکے نیچے (بھی) سائبان ہوں گے (یہی) وہ (عذاب) ہے کہ ڈراتا ہے اللہ اس کے ساتھ اپنے بندوں کو اے میرے بندو! پس ڈرو تم مجھی سے ○

﴿قُلْ﴾ اے رسول! لوگوں سے کہہ دیجیے: ﴿اِنِّىْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ﴾ ”بلاشبہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں دین کو اللہ کے لیے خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کروں“ جیسا کہ اس سورۂ مبارکہ کی ابتدا میں فرمایا: ﴿فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ﴾ (الزمر: ٣٩/٢) ”پس آپ اللہ کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کرو۔“ ﴿وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ ”اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ سب سے پہلے میں خود مسلمان بنوں“ کیونکہ میں مخلوق کے لیے داعی اور ان کے رب کی طرف ان کی راہنمائی کرنے والا ہوں، یہ چیز اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ جس کام کا حکم دیا جائے میں تمام لوگوں سے پہلے اس حکم کی تعمیل کروں اور سب سے پہلے میں اس کے سامنے سر تسلیم خم کروں۔ اس حکم کو بجا لانا رسول اللہ ﷺ پر اور ان لوگوں پر لازم ہے جو آپ کے اتباع کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ظاہری اعمال میں اسلام پر عمل کرنا اور ظاہری اور باطنی اعمال میں اللہ کے لیے اخلاص کو مدنظر رکھنا واجب ہے۔

﴿قُلْ اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ﴾ ”کہہ دیجیے کہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے اندیشہ ہے“ یعنی اخلاص اور اسلام کے بارے میں میرے رب نے مجھے جو حکم دیا ہے ﴿عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾ ”بڑے دن کے عذاب کا۔“ جس نے شرک کا ارتکاب کیا وہ اس عذاب میں ہمیشہ رہے گا اور جس نے گناہ کیا اسے اس عذاب کے ذریعے سے سزا دی جائے گی۔ ﴿قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ○ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ﴾ ”کہہ دیجیے! میں تو اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے صرف اسی کی عبادت کرتا ہوں۔ تم اسے چھوڑ کر جس کی چاہو عبادت کرتے رہو“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ○ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ○ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ○ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ○ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ○ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ﴾ (الکافرون: ١٠٩/ ١-٦) ”کہہ دیجیے اے کافرو! جن کی تم عبادت کرتے ہو میں ان کی عبادت نہیں کرتا، نہ تم اس ہستی کی عبادت کرتے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں، نہ میں ان ہستیوں کی عبادت کر سکتا ہوں، جن کی تم عبادت کرتے ہو اور نہ تم اس ہستی ہی کی عبادت کرتے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں، تمھارا دین تمھارے لیے اور میرا دین میرے لیے ہے۔“

﴿قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ﴾ ”کہہ دیجیے کہ نقصان اٹھانے والے“ درحقیقت وہ لوگ ہیں ﴿الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ﴾ ”جنھوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا“ اور اپنے آپ کو ثواب سے محروم کیا اور اس سبب سے وہ بدترین عذاب کے مستحق ٹھہرے۔ ﴿وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ ”اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن۔“ ان کے

درمیان اوران کے گھر والوں کے درمیان جدائی ڈال دی جائے گی۔ شدید حزن وغم انھیں آ گھیرے گا اور وہ بہت بڑے گھاٹے میں پڑ جائیں گے۔ ﴿ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴾ ’’خبردار! یہی صریح خسارہ ہے۔‘‘ اس جیسا اور کوئی خسارہ نہیں اور یہ دائمی خسارہ ہے جس کے بعد کوئی نفع نہیں ' بلکہ اس کے بعد سلامتی ہی نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس بدتر بدبختی کا ذکر فرمایا جس میں یہ لوگ مبتلا ہوں گے' چنانچہ فرمایا: ﴿ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ ﴾ ’’ان کے اوپر آگ کے سائبان ہوں گے۔‘‘ یعنی بادل کے مانند عذاب کے بڑے بڑے ٹکڑے ہوں گے۔ ﴿ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ﴾ ’’اور ان کے نیچے بھی (آگ کے) سائبان ہوں گے‘‘ ﴿ ذٰلِكَ ﴾ یعنی جہنمیوں کے عذاب کا یہ وصف جو ہم نے بیان کیا ہے ایک ایسا کوڑا ہے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی رحمت کے سائے کی طرف ہانکتا ہے۔ ﴿ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴾ ’’اللہ اس عذاب کے ذریعے سے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، لہٰذا اے میرے بندو! مجھ سے ڈرتے رہو۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ نے جہنمیوں کے لیے جو عذاب تیار کر رکھا ہے' یہ اس کے بندوں کو تقویٰ کی طرف بلاتا ہے اور ان امور پر زجر و توبیخ ہے جو عذاب کے موجب ہیں۔

پاک ہے وہ ذات جو ہر چیز میں اپنے بندوں پر رحم کرتی ہے' جس نے اپنے (اللہ) تک پہنچانے والے راستوں کو ان کے لیے نہایت سہل بنایا' ان پر گامزن ہونے کے لیے ان کو آمادہ کیا اور ہر ایسے طریقے سے ان کو ترغیب دی جن کے ذریعے سے نفوسِ انسانی میں شوق پیدا ہوتا ہے اور اس سے قلب کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے سوا دیگر اعمال سے ڈرایا ہے اور ان کے سامنے ان اسباب کا بھی ذکر کیا ہے جو انھیں ان اعمال کو ترک کرنے سے روکتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ

اور وہ لوگ کہ بچے وہ طاغوت سے کہ عبادت کریں اس کی اور رجوع کیا انہوں نے اللہ کی طرف' ان کے لیے خوشخبری ہے'

فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝١٧ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۭ اُولٰٓئِكَ

پس خوشخبری دیدیں آپ میرے بندوں کو ○ وہ لوگ جو سنتے ہیں بات کو اور پیروی کرتے ہیں اس میں سے اچھی بات کی یہی وہ

الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝١٨

لوگ ہیں کہ ہدایت دی ان کو اللہ نے' اور یہی لوگ ہیں عقل والے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ مجرمین کا حال بیان کرنے کے بعد اپنی طرف رجوع کرنے والے بندوں کا حال بیان کرتے اور ان کے لیے ثواب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿ وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا ﴾ ’’اور وہ لوگ جو طاغوت کی عبادت کرنے سے بچتے رہے۔‘‘ اس مقام پر طاغوت سے مراد غیر اللہ کی عبادت ہے

یعنی جنھوں نے غیر اللہ کی عبادت سے اجتناب کیا۔ یہ حکیم و علیم کی طرف سے بہترین احتراز ہے، کیونکہ مدح تو صرف اسی شخص کو پہنچتی ہے جو ان کی عبادت سے بچتا ہے ﴿وَاَنَابُوْٓا اِلَی اللّٰهِ﴾ اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اخلاص دین کے ذریعے سے اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ان کی فطرت کے داعیے بتوں کی عبادت کو چھوڑ کر ہر چیز کا علم رکھنے والے بادشاہ کی عبادت کی طرف، شرک اور معاصی کو ترک کر کے توحید و اطاعت کی طرف رخ کر لیتے ہیں ﴿لَهُمُ الْبُشْرٰى﴾ ”ان کے لیے ایسی خوش خبری ہے“ جس کا اندازہ صرف وہی لوگ کر سکتے اور صرف وہی لوگ اس سے واقف ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اس خوش خبری سے سرفراز فرمایا ہے۔

اس میں، دنیا کے اندر وہ بشارت بھی شامل ہے جو بندۂ مومن کو ثنائے حسن، سچے خوابوں اور عنایت ربانی کی صورت میں حاصل ہوتی ہے۔ انھیں اس بشارت کے اندر صاف دکھائی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اپنے بندوں کا اکرام چاہتا ہے۔ ان کے لیے موت کے وقت، قبر کے اندر اور قیامت کے روز خوش خبری ہے اور ان کے لیے آخری بشارت وہ ہے جو رب کریم ان کو اپنی دائمی رضا، اپنے فضل و احسان اور جنت کے اندر امان کی صورت میں دے گا۔

جب اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ ان مومن بندوں کے لیے خوش خبری ہے تو اس نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ وہ ان کو خوش خبری دے دیں اور وہ وصف بھی ذکر کر دیا جس کی بنا پر وہ بشارت کے مستحق قرار پائے ہیں۔ ﴿فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ﴾ ”پس میرے بندوں کو خوش خبری سنا دو جو بات کو سنتے ہیں“ یہاں (اَلْقَوْلَ) ہر قسم کی بات کو شامل ہے۔ وہ بات کو سنتے ہیں تاکہ وہ امتیاز کر سکیں کہ کس بات کو ترجیح دی جائے اور کس بات سے اجتناب کیا جائے۔ یہ ان کا حزم و احتیاط اور عقل مندی ہے کہ وہ اس میں سے بہترین بات کی پیروی کرتے ہیں۔

بہترین کلام علی الاطلاق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کا کلام ہے۔ جیسا کہ آگے چل کر اسی سورۂ مبارکہ میں فرمایا: ﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا﴾ (الزمر: ۲۳/۳۹) ”اللہ نے بہترین کلام نازل کیا ہے ایک ایسی کتاب کی صورت میں جو ایک دوسرے کے مشابہ ہے“۔

اس آیت کریمہ میں یہ نکتہ پنہاں ہے کہ جب ان ممدوح لوگوں کا یہ وصف بیان کیا گیا ہے کہ وہ بات کو غور سے سنتے ہیں اور اس میں سے بہترین قول کا اتباع کرتے ہیں، تو گویا یہ کہا گیا ہے کہ آیا کوئی ایسا طریقہ ہے جس کے ذریعے سے بہترین کلام کی معرفت حاصل ہو؟ تاکہ ہم بھی عقل مندوں کی صفات سے متصف ہو جائیں اور جو کوئی اس صفت سے متصف ہو تو ہمیں پتا چل جائے کہ یہ عقل مندوں میں سے ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں! بہترین کلام وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد کے ذریعے سے منصوص فرمایا: ﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا﴾ (الزمر: ۲۳/۳۹) ”اللہ نے بہترین کلام نازل کیا ہے ایک ایسی کتاب کی صورت میں جو ایک دوسرے کے مشابہ ہے۔“

﴿اَلَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ﴾ ”وہ لوگ جو بات کو توجہ سے سنتے ہیں پھر اس کے بہترین پہلو کا اتباع کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ہدایت بخشی ہے“ یعنی بہترین اخلاق و اعمال کی طرف ﴿وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ ”اور یہی لوگ عقل مند ہیں۔“ یعنی پاک عقل کے مالک ہیں۔ یہ ان کی عقل مندی اور ان کا حزم و احتیاط ہے کہ انھوں نے قول حسن اور غیر حسن کو پہچان لیا اور پھر اس قول کو ترجیح دی جس کو ترجیح دی جانی چاہیے تھی اور یہ عقل مندی کی علامت ہے، بلکہ عقل مندی کے لیے اس کے علاوہ کوئی اور علامت نہیں ہے، کیونکہ وہ شخص جو قول حسن اور غیر حسن میں امتیاز نہیں کر سکتا، ان لوگوں کے زمرے میں نہیں آتا جو عقل صحیح کے مالک ہیں یا وہ اچھی اور بری بات کے درمیان امتیاز تو کر سکتا ہے لیکن جب شہوتِ نفس عقل پر غالب آجاتی ہے اور عقل شہوت کی محض تابع ہو جاتی ہے تو وہ بہترین کلام کی تعظیم نہیں کرتا تب وہ ناقص العقل قرار پاتا ہے۔

اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ⑲ لٰكِنِ الَّذِيْنَ
کیا پس جو شخص کہ ثابت ہوگئی اس پر بات عذاب کی، کیا پس آپ چھڑا لیں گے اس کو جو آگ میں ہے؟ ○ لیکن وہ لوگ جو
اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
ڈر گئے اپنے رب سے، ان کے لئے بالا خانے ہیں، ان کے اوپر (اور) بالا خانے ہیں بنائے ہوئے، چلتی ہیں ان کے نیچے
الْاَنْهٰرُ ؕ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ⑳
نہریں (یہ ہے) وعدہ اللہ کا، نہیں خلاف کرتا اللہ اپنے وعدے کے ○

یعنی وہ شخص جس کے گمراہی، عناد اور کفر پر جمے رہنے کے باعث، اس پر عذاب کا حکم واجب ہو گیا، تو اس کی ہدایت کے لیے آپ کے پاس کوئی چارہ ہے نہ آپ اس شخص کو کسی صورت میں آگ سے بچا سکتے ہیں جو آگ میں گر چکا ہو۔ ہر قسم کا غنا اور فوز و فلاح صرف تقویٰ شعار لوگوں کے لیے ہے جن کے لیے اکرام و تکریم اور مختلف اقسام کی نعمتیں تیار کی گئی ہیں جن کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ ﴿لَهُمْ غُرَفٌ﴾ یعنی ان کے لیے آراستہ کیے گئے بالا خانے ہیں، جن کی خوبصورتی، حسن اور صفائی کی بنا پر ان کے اندر صاف دیکھا جا سکے گا اور وہ اپنی بلندی کی وجہ سے یوں نظر آئیں گے جیسے مشرقی یا مغربی افق میں غروب ہونے والا ستارہ، بنابریں فرمایا: ﴿مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ﴾ یعنی یہ بالا خانے ایک دوسرے کے اوپر ﴿مَّبْنِيَّةٌ﴾ سونے چاندی کی اینٹوں سے تعمیر کیے گئے ہوں گے جن کو آپس میں جوڑنے کے لیے مشک کا گارا بنایا گیا ہوگا۔ ﴿تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ”جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی“ جن کا پانی نہایت تیزی سے رواں ہوگا۔ یہ نہریں جنت کے خوبصورت باغات اور اس کے پاکیزہ درختوں کو سیراب کریں گی جن سے نہایت لذیذ قسم کے پھل اور پکے ہوئے میوے پیدا ہوں گے۔ ﴿وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ

﴿اللّٰهُ الْمِیْعَادَ﴾ "یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔" اس نے پرہیزگار لوگوں سے اس ثواب کا وعدہ کر رکھا ہے۔ یہ وعدہ ضرور پورا ہوگا' لہٰذا انھیں چاہیے کہ وہ تقویٰ کے تمام خصائل کو پورا کریں تا کہ ان کو پورا پورا اجر عطا کیا جائے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ یَنَابِیْعَ فِی الْاَرْضِ ثُمَّ یُخْرِجُ

کیا نہیں دیکھا آپ نے کہ بیشک اللہ ہی نے نازل کیا آسمان سے پانی' پھر داخل کیا اس کو چشموں میں زمین کے پھر وہ نکالتا ہے

بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ

اسکے ذریعے سے کھیتی اس حال میں کہ مختلف ہیں رنگ اسکے' پھر وہ خشک ہو جاتی ہے' پس دیکھتے ہیں آپ اسکو زرد شدہ' پھر کر دیتا ہے وہ اسکو ریزہ ریزہ۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿٢١﴾ ع ٢ ١٢ ١٦

بلاشبہ اس میں البتہ نصیحت ہے واسطے اہل عقل کے ○

اللہ تعالیٰ عقل مندوں کو یاد دلاتا ہے کہ اس نے آسمان سے پانی برسایا' اس پانی کو زمین کے اندر چشموں کی صورت میں رواں دواں کیا' یعنی اس پانی کو چشموں میں محفوظ کیا جہاں سے یہ پانی نہایت آسانی اور سہولت سے نکالا جاتا ہے۔ ﴿ثُمَّ یُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ﴾ "پھر اللہ تعالیٰ اس پانی کے ذریعے سے مختلف قسم کے غلہ جات نکالتا ہے" مثلاً گیہوں' مکئی' جو اور چاول پیدا کرتا ہے۔ ﴿ثُمَّ یَهِیْجُ﴾ پھر یہ کھیتیاں پوری طرح پک کر یا کسی آفت کی وجہ سے خشک ہو جاتی ہیں ﴿فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَجْعَلُهٗ حُطَامًا﴾ "تو تم اسے زرد دیکھتے ہو۔ پھر وہ اسے چورا چورا کر دیتا ہے۔" ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ﴾ "بلاشبہ عقل مندوں کے لیے البتہ اس میں نصیحت ہے۔" وہ ان کھیتیوں کے ذریعے سے اپنے رب کی عنایات اور بندوں پر اس کی بے پایاں رحمت کو یاد کرتے ہیں کہ اس نے ان کے لیے اس پانی کے حصول کو آسان بنایا اور ان کے مصالح کے مطابق اس پانی کو زمین کے خزانوں میں جمع کیا۔ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کو یاد کرتے ہیں کہ وہ مردوں کو اسی طرح زندہ کرے گا جس طرح اس نے زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کیا ہے۔ وہ یہ بھی یاد کرتے ہیں کہ ان تمام افعال کو سرانجام دینے والی ہستی ہی درحقیقت عبادت کی مستحق ہے۔

اے اللہ! ہمیں بھی ان عقل مندوں میں شامل فرما' جن کا تو نے نام بلند کیا' انھیں عقل سے بہرہ مند کر کے راہ راست پر گامزن کیا اور ان کے سامنے اپنی عظیم کتاب کے اسرار اور اپنی آیات سے پردہ اٹھایا جن اسرار کی معرفت ان کے سوا کسی اور کو حاصل نہ ہو سکی' بے شک تو ہی عطا کرنے والا ہے۔

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَیْلٌ

کیا پس جو شخص کہ کھول دیا اللہ نے سینہ اسکا واسطے اسلام کے اور وہ روشنی پر ہے اپنے رب کیطرف سے (تنگ دل کافر کے برابر ہے؟) پس ہلاکت ہے

لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۲﴾

ان کے لیے کہ سخت ہیں دل ان کے اللہ کی یاد سے، یہی لوگ ہیں صریح گمراہی میں ○

کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہو اور اس میں اللہ تعالیٰ کے احکام کو قبول کرنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کے لیے وسعت ہو اور وہ اسلام کے معاملے میں انشراح صدر اور آنکھوں کی ٹھنڈک کے ساتھ بصیرت کی راہ پر گامزن ہو...... اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ﴾ ''پس وہ اپنے رب کی طرف سے روشنی پر ہو'' سے یہی مراد ہے...... اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جو ان مذکورہ اوصاف سے محروم ہے؟

اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے ﴿فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ ''پس ہلاکت ہے ان کے لیے جن کے دل اللہ کی یاد سے سخت ہو رہے ہیں۔'' یعنی ان کے سخت دل اس کی کتاب کو سمجھنے کے لیے نرم ہوتے ہیں نہ اس کی آیات سے نصیحت پکڑتے ہیں اور نہ اس کے ذکر سے اطمینان ہی حاصل کرتے ہیں بلکہ اس کے برعکس وہ اپنے رب سے روگردانی کر کے غیر کی طرف التفات کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے شدید ہلاکت اور بہت بڑی برائی ہے۔ ﴿اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''یہی لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔'' اس شخص کی گمراہی سے بڑھ کر کون سی گمراہی ہے جو اپنے والی اور سرپرست سے منہ موڑتا ہے جس کی طرف التفات میں ہر قسم کی سعادت ہے، جس کا دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بارے میں پتھر کے مانند سخت ہے اور وہ اس چیز کی طرف متوجہ ہے جو اس کے لیے نقصان دہ ہے۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ

اللہ نے نازل کی سب سے اچھی بات (یعنی) کتاب، باہم ملتی جلتی بار بار دہرائی ہوئی، کانپ اٹھتی ہیں اس سے جلدیں ان لوگوں کی جو

يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ

ڈرتے ہیں اپنے رب سے، پھر نرم ہو جاتی ہیں ان کی جلدیں اور ان کے دل اللہ کی یاد کی طرف، یہی ہے ہدایت اللہ کی،

يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾

ہدایت دیتا ہے وہ اس کے ذریعے سے جس کو چاہتا ہے اور جسے گمراہ کر دے اللہ پس نہیں ہے اس کو کوئی ہدایت دینے والا ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی کتاب کے بارے میں، جسے اس نے نازل فرمایا خبر دیتا ہے کہ یہ کتاب علی الاطلاق ﴿اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ﴾ ''بہترین کلام ہے۔'' پس بہتر کلام اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلام سے نازل کی گئی کتابوں میں بہترین کتاب یہ قرآن کریم ہے۔ جب قرآن کریم بہترین کتاب ہے تب معلوم ہوا کہ اس کے الفاظ فصیح ترین اور واضح ترین اور اس کے معانی جلیل ترین ہیں، کیونکہ یہ اپنے الفاظ اور معانی میں بہترین کلام ہے۔ اپنے حسن تالیف اور ہر لحاظ سے عدم اختلاف کے اعتبار سے اس کے تمام اجزا ایک دوسرے سے

مشابہت رکھتے ہیں حتیٰ کہ اگر کوئی اس میں غور وفکر کرے تو اسے اس میں ایسی مہارت‘ اس کے معانی میں ایسی گہرائی نظر آئے گی جو دیکھنے والوں کو حیران کر دیتی ہے اور اسے یقین ہو جاتا ہے کہ یہ (بے عیب) کلام حکمت اور علم والی ہستی کے سوا کسی اور سے صادر نہیں ہو سکتا۔ اس مقام پر ”تشابہ“ سے یہی مراد ہے۔

رہا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ﴾ (آل عمران: ۳/۷) ”وہ اللہ ہی ہے جس نے آپ پر یہ کتاب نازل فرمائی‘ اس میں محکم آیات بھی ہیں جو کتاب کی اصل بنیاد ہیں اور بعض دوسری متشابہات ہیں۔“ تو اس سے مراد وہ آیات کریمہ ہیں جو بہت سے لوگوں کے فہم سے پوشیدہ اور مشتبہ ہوتی ہیں۔ یہ اشتباہ اس وقت تک زائل نہیں ہوتا جب تک کہ ان کو آیات محکمات کی طرف نہ لوٹایا جائے، اس لیے فرمایا: ﴿مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ﴾ (آل عمران: ۳/۷) ”اس میں محکم آیات بھی ہیں جو کتاب کی اصل بنیاد ہیں اور بعض دوسری متشابہات ہیں۔“ اس آیت کریمہ میں بعض آیات میں تشابہ قرار دیا گیا ہے اور یہاں تمام آیات کو متشابہ کہا ہے‘ یعنی حسن میں مشابہ ہیں کیونکہ ارشاد فرمایا: ﴿اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ﴾ ”نہایت اچھی باتیں“ اس سے مراد تمام آیات اور سورتیں ہیں‘ جو ایک دوسری سے مشابہت رکھتی ہیں۔ جیسا کہ گزشتہ سطور میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔

﴿مَّثَانِيَ﴾ ”دہرائی جاتی ہیں۔“ یعنی اس بہترین کلام میں قصص و احکام‘ وعد و وعید‘ اہل خیر کے اوصاف اور اہل شر کے اعمال کو بار بار دہرایا جاتا ہے‘ نیز اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کا بار بار ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ اس کلام کا حسن و جلال ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ مخلوق اس کلام کے معانی کی محتاج ہے جو دلوں کو پاک اور اخلاق کی تکمیل کرتے ہیں اس لیے اس نے ان معانی کو دلوں کے لیے وہی حیثیت دی ہے جو درختوں اور پودوں کے لیے پانی کی ہے۔ جس طرح درخت اور پودے عدم سیرابی کے باعث ناقص بلکہ بسا اوقات تلف ہو جاتے ہیں اور پودوں کو جتنا زیادہ بار بار سیراب کیا جائے گا اتنے ہی وہ خوبصورت ہوں گے اور اتنا ہی زیادہ وہ پھل لائیں گے...... اسی طرح دل بھی کلام اللہ کے معانی کے تکرار کے ہمیشہ محتاج رہتے ہیں۔ اگر تمام قرآن میں ایک معنی اس کے سامنے ایک ہی مرتبہ بیان کیا جائے تو معنی اس کی گہرائی میں جاگزیں ہوگا نہ اس سے مطلوبہ نتائج ہی حاصل ہوں گے۔

بنا بریں میں اپنی تفسیر میں‘ قرآن مجید کے اسلوب کی اقتدا میں‘ اسی مسلک کریم پر گامزن ہوں، اس لیے آپ کسی بھی مقام پر کوئی حوالہ نہیں پائیں گے‘ بلکہ آپ ہر مقام پر گزشتہ صفحات میں اس سے ملتے جلتے مقام کی تفسیر کی رعایت رکھے بغیر‘ اس کی مکمل تفسیر پائیں گے‘ اگرچہ بعض مقامات پر نسبتاً زیادہ بسط و شرح سے کام لیا گیا اور اس میں فوائد دیے گئے ہیں۔ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے اور اس کے معانی میں غور وفکر کرنے والے کے لیے بھی یہی مناسب ہے کہ وہ قرآن مجید کے تمام مقامات میں تدبر کو ترک نہ کرے‘ کیونکہ اس سبب سے اسے خیر کثیر اور بہت زیادہ فائدہ حاصل ہوگا۔ چونکہ قرآن عظیم اس عظمت و جلال کے ساتھ ہدایت یافتہ اور عقل

مند لوگوں کے دلوں پر بہت اثر کرتا ہے‘ اس لیے فرمایا: ﴿ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ﴾ ’’جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں‘ اس (قرآن) سے ان کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔‘‘ کیونکہ اس کے اندر بے قرار کر دینے والی تخویف و ترہیب ہے ﴿ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ﴾ ’’پھر ان کے بدن اور دل نرم ہو کر اللہ کی یاد کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔‘‘ یعنی امید اور ترغیب کے ذکر کے وقت۔ یہ ذکر کبھی تو ان کو بھلائی کے عمل کی ترغیب دیتا ہے اور کبھی برائی کے عمل سے ڈراتا ہے۔

﴿ ذٰلِكَ ﴾ ’’یہ‘‘ یعنی ان کے اندر تاثیر قرآن کا اللہ تعالیٰ نے جو ذکر کیا ہے ﴿ هُدَى اللّٰهِ ﴾ ’’اللہ کی ہدایت ہے‘‘ یعنی اس کے بندوں کے لیے اس کی طرف سے ہدایت ہے اور ان پر یہ اس کے جملہ فضل و احسان میں سے ہے۔ ﴿ يَهْدِيْ بِهٖ ﴾ اللہ تعالیٰ اس تاثیر قرآن کے ذریعے سے ہدایت دیتا ہے ﴿ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ ’’جسے چاہتا ہے‘‘ اپنے بندوں میں سے۔ اس میں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ ﴿ ذٰلِكَ ﴾ سے مراد قرآن ہو یعنی وہ قرآن‘ جس کا وصف ہم نے تمھارے سامنے بیان کیا ہے ﴿ هُدَى اللّٰهِ ﴾ ’’اللہ کی ہدایت ہے‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے اس کے راستے کے سوا کوئی راستہ نہیں ﴿ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ ’’وہ اس سے جس کو چاہتا ہے ہدایت عطا کرتا ہے۔‘‘ یعنی جو اچھا مقصد رکھتے ہوں‘ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ ﴾ (المائدۃ: ۱۶/۵) ’’اللہ اس کتاب کے ذریعے سے ان لوگوں کو سلامتی کا راستہ دکھاتا ہے جو اس کی رضا کے طالب ہیں۔‘‘ ﴿ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴾ ’’اور جسے اللہ گمراہ کر دے‘ اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ کی توفیق کے سوا کوئی راستہ نہیں جو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا ہو‘ کتاب اللہ پر توجہ مرکوز کرنے کی توفیق بھی اسی سے ملتی ہے۔ پس اگر اللہ کی توفیق نصیب نہ ہو تو راہ راست پر چلنے کا کوئی طریقہ نہیں‘ تب واضح گمراہی اور رسوا کن بدبختی کے سوا کچھ بھی نہیں۔

اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَ قِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا

کیا پس جو شخص بچتا ہے اپنے چہرے کے ذریعے سے برے عذاب سے دن قیامت کے (وہ برابر ہے جنتی کے؟) اور کہا جائے گا ظالموں سے‘ چکھو تم

مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝۲۴ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا

(مزا اس کا) جو تھے تم کماتے ○ جھٹلایا (تھا) ان لوگوں نے جو ان سے پہلے ہوئے‘ تو آیا ان کے پاس عذاب ایسی جگہ سے کہ نہیں

يَشْعُرُوْنَ ۝۲۵ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ

وہ شعور رکھتے تھے ○ پس چکھائی ان کو اللہ نے رسوائی دنیا کی زندگی میں اور البتہ عذاب آخرت کا

اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝۲۶

وقف لازم

بہت بڑا ہے‘ کاش کہ وہ ہوتے جانتے ○

کیا یہ شخص، جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور اپنے اکرام و تکریم کے گھر پہنچانے والے راستے پر گامزن ہونے کی توفیق سے بہرہ مند کیا ہے اور وہ شخص برابر ہو سکتے ہیں، جو اپنی گمراہی پر جما ہوا اور دائمی عناد میں سرگرداں ہے یہاں تک کہ قیامت آ پہنچے اور بڑا عذاب اسے گھیر لے اور اپنے چہرے کو اس عذاب سے بچانے کی ناکام کوشش کرے؟ چہرہ تمام اعضا میں سب سے زیادہ شرف کا حامل سمجھا جاتا ہے۔ ادنیٰ سا عذاب اس پر بہت زیادہ اثر کرتا ہے۔ وہ اپنے چہرے کو بہت برے عذاب سے بچانے کی کوشش کرے گا، لیکن اس کے ہاتھ اور پاؤں جکڑے ہوئے ہوں گے۔ ﴿ وَ قِيلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ﴾ کفر اور معاصی کے ذریعے سے اپنے آپ پر ظلم کرنے والوں سے زجر و توبیخ کے طور پر کہا جائے گا: ﴿ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴾ ”اپنے کرتوتوں کا مزا چکھو۔“

﴿ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ گزشتہ قوموں نے بھی اپنے انبیا کی تکذیب کی جس طرح ان لوگوں نے تکذیب کی ﴿ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ ”تو ان پر ایسی جگہ سے عذاب آ گیا کہ انھیں خبر ہی نہ تھی۔“ ان پر یہ عذاب ان کی غفلت کے اوقات میں، یا دن کے وقت یا اس وقت آ نازل ہوا جب وہ دوپہر کے وقت آرام کر رہے تھے۔ ﴿ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ ﴾ ”پس اللہ نے انھیں چکھایا۔“ یعنی اس عذاب کے ذریعے سے ﴿ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾ دنیا ہی میں رسوائی کا مزا چکھایا، چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے ہاں رسوا ہو گئے۔ ﴿ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾ ”اور آخرت کا عذاب تو بہت بڑا ہے، کاش! وہ جان لیتے۔“ اس لیے ان لوگوں کو آپ کی تکذیب پر جمے رہنے سے بچنا چاہیے، ورنہ ان پر بھی وہی عذاب نازل ہو گا جو گزشتہ قوموں پر نازل ہوا تھا۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۚ﴿۲۷﴾

اور البتہ تحقیق بیان کی ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال تاکہ وہ نصیحت پکڑیں ○

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۲۸﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ

قرآن عربی (زبان) میں ہے، نہیں ہے کجی والا، تاکہ وہ ڈریں ○ بیان کی اللہ نے مثال ایک آدمی کی، اس میں

شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَ رَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ

کئی شریک ہیں باہم اختلاف رکھنے والے اور ایک (اور) آدمی کہ (وہ) خالص ہے ایک ہی آدمی کیلئے، کیا برابر ہو سکتے ہیں وہ دونوں مثال میں؟ سب تعریف

لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾

اللہ کے لیے ہے، بلکہ اکثر ان کے نہیں علم رکھتے ○ بلاشبہ آپ بھی مرنے والے ہیں اور بے شک وہ بھی مرنے والے ہیں ○

ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾

پھر بلاشبہ تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے ○

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے قرآن کریم میں تمام مثالیں بیان کی ہیں۔ اہل خیر کی مثالیں، اہل شر کی مثالیں اور توحید و شرک کی مثالیں، نیز ہر وہ مثال بیان کی ہے جو اشیا کے حقائق اور ان کی حکمتوں کو ذہن کے قریب لاتی ہے ﴿لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾ ”تاکہ وہ نصیحت پکڑیں“ جب ہم ان پر حق واضح کریں اور اس کو جان لینے کے بعد اس پر عمل کریں۔

﴿قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ﴾ یعنی ہم نے اس قرآن عظیم کو عربی میں واضح الفاظ اور آسان معانی والا بنایا ہے، خاص طور پر اہل عرب کے لیے بہت سہل ہے ﴿غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ﴾ یعنی کسی بھی لحاظ سے اس میں کوئی خلل اور کوئی نقص نہیں ہے، نہ اس کے الفاظ میں اور نہ اس کے معانی میں۔ یہ وصف اس کے کمال اعتدال اور کمال استقامت کو مستلزم ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ○ قَيِّمًا﴾ (الکہف: ۱۸/۱۲) ”ہر قسم کی ستائش اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی جس میں کوئی کجی نہ رکھی، ٹھیک ٹھیک کہنے والی کتاب۔“ ﴿لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ﴾ ”شاید کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں“ کیونکہ ہم نے ان کے لیے اس عربی قرآنِ مستقیم کے ذریعے سے، جس میں اللہ تعالیٰ نے ہر مثال بیان کی ہے...... علمی اور عملی تقویٰ کی راہ استوار کر دی ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے شرک اور توحید کی تفہیم کے لیے مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا﴾ ”اللہ ایک آدمی کی مثال بیان فرماتا ہے۔“ یعنی غلام کی ﴿فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ﴾ ایک دوسرے کی مخالفت کرنے والے بہت سے لوگ اس غلام کی ملکیت میں شریک ہیں جو کسی حالت میں کسی بھی معاملے پر متفق نہیں ہوتے کہ اس کے لیے آرام کرنا ممکن ہو سکے بلکہ وہ ایک دوسرے سے اختلاف کرتے اور جھگڑتے ہیں۔ ہر ایک شریک کا اپنا اپنا مفاد ہے جسے وہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ تمھارے خیال میں، ان اختلاف کرنے والے اور جھگڑنے والے شرکا کے مابین، اس غلام کی کیا حالت ہوگی؟

﴿وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ﴾ اور ایک آدمی جو خالص صرف ایک شخص کی ملکیت میں ہے۔ وہ اپنے آقا کے مقاصد کو پہچانتا ہے اور اسے کامل راحت حاصل ہے ﴿هَلْ يَسْتَوِيٰنِ﴾ ”کیا یہ دونوں شخص برابر ہو سکتے ہیں۔“ ﴿مَثَلًا﴾ ”اس حالت میں“ یہ دونوں شخص کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ مشرک کی یہی حالت ہے اس میں ایک دوسرے سے اختلاف رکھنے والی بہت سی ہستیاں شریک ہیں۔ وہ کبھی اس کو پکارتا ہے اور کبھی اس کو پکارتا ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ اسے قرار آتا ہے نہ کسی مقام پر اسے اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اس کے برعکس موحد اپنے رب کے لیے مخلص ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو غیر کی شرکت سے پاک رکھا ہے اس لیے وہ کامل راحت اور کامل اطمینان میں ہوتا ہے۔ ﴿هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ ”کیا دونوں کی حالت مساوی ہو سکتی ہے؟ تمام تعریفیں

اللہ کے لیے ہیں۔'' یعنی باطل میں سے حق کو واضح کرنے اور ان جہلا کو سیدھی راہ دکھانے پر اللہ تعالیٰ کی ستائش ہے۔ ﴿بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''لیکن اکثر لوگ یہ بات نہیں جانتے۔'' ﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ﴾ ''(اے نبی!) بلاشبہ آپ کو مرنا ہے اور یہ بھی مرنے والے ہیں'' یعنی تم میں سے ہر ایک کو مرنا ہے۔ ﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَاۡىِٕنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ﴾ (الأنبياء: ٢١/ ٣٤) ''دائمی زندگی ہم نے آپ سے پہلے بھی کسی بشر کے لیے نہیں رکھی اگر آپ کو موت آ گئی تو کیا یہ لوگ ہمیشہ زندہ رہیں گے؟'' ﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ﴾ یعنی قیامت کے روز ان امور کے بارے میں تم اپنے رب کے پاس جھگڑو گے جو تمھارے درمیان متنازع ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے عدل وانصاف پر مبنی حکم کے ذریعے سے تمھارے درمیان فیصلہ کر دے گا اور ہر ایک کو اس کے عمل کی جزا دے گا ﴿اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ﴾ (المجادلة: ٥٨/ ٦) ''جسے اللہ تعالیٰ نے شمار کر رکھا ہے اور یہ لوگ اسے بھلا بیٹھے ہیں۔''